عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوة

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۸ تا ۱۵ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۳۸

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی تصنیفی خدمات

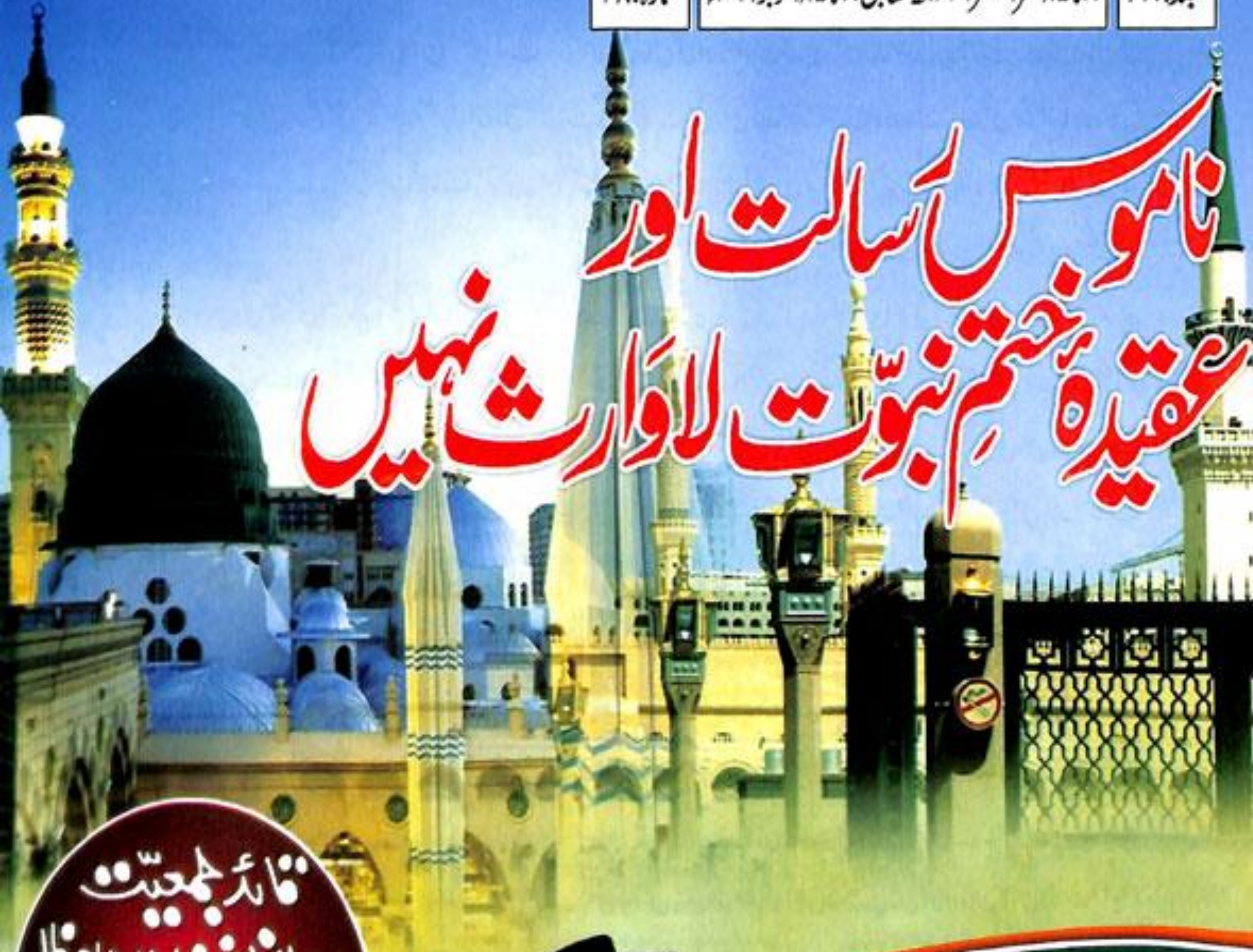

ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت لاوارث نہیں

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کا ختم نبوت کانفرنس سے خطاب

حجاب اسلام اور پاکستان

قادیانیت عقلِ سلیم کے لیے چیلنج

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ

س:...... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد کتنی ہے؟ اور آپ نے یہ نکاح کب فرمائے؟ ترتیب اور تفصیل تحریر فرمادیں۔

ج:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کی تعداد گیارہ ہے، جن میں سے دو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی انتقال فرمایا۔ ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے علاوہ نو بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حیات تھیں۔

ان سب بیویوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، (۲) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، (۳) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، (۴) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا، (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، (۶) حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا، (۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، (۸) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، (۹) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، (۱۰) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ (از سیرۃ النبی)

ترتیب نکاح: حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے شادی کے وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی، ان کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۵۰ سال تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سن وفات ۴۱ یا ۵۴ ہجری ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ماہِ شوال ۱۰ نبوی کو ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھیں پھر ہجرت کے بعد ماہِ شوال یکم ہجری میں جب آپ کی عمر نو سال کی ہوئی تو مدینہ منورہ میں آپ کی رخصتی ہوئی، سن وفات آپ کی ۵۵ یا ۵۸ ہجری ہے۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ۲ یا ۳ ہجری میں ہوا، اور ان کا سن وفات ۴۱ یا ۴۵ ہجری ہے۔ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ۳ ہجری میں ہوا، اور چند ہی ماہ کے بعد ۳ یا ۴ ہجری میں ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ام سلمہ بنت مخزومی رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ۳ یا ۵ ہجری میں ہوا اور ان کا سن وفات ۵۹ یا ۶۲ ہجری ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح ۵ ہجری میں ہوا اور ان کا سن وفات ۲۰ یا ۲۱ ہجری ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ۶ ہجری میں ہوا اور ان کا سن وفات ۴۴ ہجری ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ۷ ہجری میں ہوا اور ان کا سن وفات ۵۱ یا ۶۱ ہجری ہے۔ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب کا نکاح ۷ ہجری میں ہوا اور ان کا سن وفات ۵۰ یا ۵۲ ہجری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۱۵تا۱۸ر صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵تا۱۸ر اکتوبر ۲۰۱۹ء شمارہ:۳۸

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حجاب، اسلام اور پاکستان	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
ناموسِ رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت لاوارث نہیں!	۱۱	سوشل میڈیا ٹیم
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف متالاؒ	۱۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
مشائخ رائے پور سے وابستہ یادیں!	۱۹	حافظ محمد امین صاحب
قادیانیت..... عقلِ سلیم کے لیے چیلنج	۲۲	ڈاکٹر رشید الوحیدی
حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ.. تصنیفی خدمات	۲۵	مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

بیاد

خطیب پاکستا ـ ـ مد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

احادیث قدسیہ

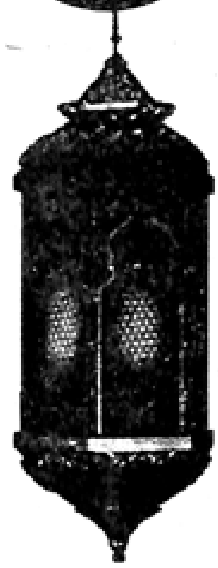

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ

شفاعت

حدیث قدسی ۶: حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت میں ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ باقی روایت ابوسعید خدریؓ کی روایت کے موافق ہے مگر پنڈلی کھلنے کا ذکر نہیں ہے۔ پس روایت میں واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ دوزخ پر ایک پل قائم کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رسولوں میں سب سے پہلا میں رسول ہوں جو اپنی امت کے ساتھ اس پر سے گزروں گا اور اس دن سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور انبیاء بھی صرف اتنا کہتے ہوں گے: اللّٰھم سلّم سلّم۔

جہنم میں بڑے بڑے کانٹے اور آنکڑے ہوں گے جیسے سعدان (سعدان ایک کانٹے دار بوٹی کا نام ہے) ان کانٹوں کی بڑائی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا لوگ اپنے اپنے اعمال کے موافق ان کانٹوں سے نوچے کھسوٹے جائیں گے (یعنی پل کے دونوں طرف یہ کانٹے نکلے ہوئے ہوں گے) بعض لوگ تو اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے یعنی جہنم میں گر پڑیں گے، بعض پھنس کر نکل جائیں گے اور کسی نہ کسی طرح پل سے پار ہو جائیں گے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ تمام بندوں کا فیصلہ کرنے کے بعد آگ سے لوگوں کو نکالنے کا ارادہ کرے گا اور جن کے نکالنے کا ارادہ کرے گا وہ وہی ہوں گے جو توحید کے قائل تھے اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے تھے۔

پس ملائکہ کو حکم ہوگا کہ جو اللہ کو پوجتے تھے ان کو نکال لاؤ، پس فرشتے ان کو پہچان پہچان کر نکال لائیں گے اور ان کی پہچان سجدے کے نشان سے ہوگی اللہ تعالیٰ آگ پر سجدے کے نشان کو جلانا حرام کر دے گا۔ ابن آدم کے تمام جسم کو آگ جلائے گی مگر سجدے کے نشانات یعنی پیشانیاں یا وہ اعضاء جو سجدے کی حالت میں زمین پر ٹکتے ہیں محفوظ رہیں گے، ان پر زندگی کا پانی یعنی نہر حیات میں ڈالے جائیں گے یا اس نہر کا پانی ان پر ڈالا جائے گا، پس ان کا جسم اس طرح اگے گا جس طرح سیلاب سے جو کوڑا نالے کے کناروں پر جمع ہو جاتا ہے، اس میں کوئی دانہ اُگ آتا ہے۔ ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور یہ شخص دوزخ والوں میں سب سے آخری شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا (یعنی جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا)، یہ شخص دوزخ کی طرف منہ کرکے عرض کر رہا ہوگا: اے رب! میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے اس کی گرم ہوا اور لُو سخت تکلیف دے رہی ہے۔

نماز

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

سجدۂ تلاوت

س:......نماز کی حالت میں سجدہ واجب ہونے کے بعد فوراً کی مقدار سے پہلے نہ رکوع کیا نہ سجدہ تو ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے کیا صورت شریعت نے متعین کی ہے؟

ج:......اس صورت میں نماز کے جس رکن میں بھی سجدہ یاد آ جائے اسی وقت سجدۂ تلاوت کرے اور جس رکن میں تھا اس رکن کو دوبارہ کرے اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

س:......اگر نماز کی حالت میں سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے اور نماز کی تکمیل تک وہ سجدہ نہ کیا جائے اب اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

ج:......سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے بعد اس کی ادائیگی کی جتنی صورتیں شریعت نے بتلائی ہیں، اس میں سے کوئی بھی صورت اختیار نہیں کی گئی اور نماز مکمل کر لی گئی تو اب اس سجدے کی ادائیگی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی یہ سجدہ ہمیشہ کے لئے واجب رہے گا اور اس کی تلافی کے لئے توبہ و استغفار کے علاوہ کوئی صورت بھی باقی نہیں رہے گی۔

س:......نماز کی باجماعت ادائیگی کی صورت میں اگر امام صاحب آیت سجدہ کی تلاوت کرلیں اور اس آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ بھی کریں تو مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

ج:......باجماعت نماز ادائیگی کی صورت میں چاہے وہ جہری نماز ہو یا سری امام صاحب آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کریں تو ان کی اقتدا میں تمام مقتدیوں کو جو اس وقت نماز میں شامل ہیں چاہے انہوں نے آیت سجدہ سنی ہو یا نہ سنی ہو امام صاحب کے ساتھ سجدۂ تلاوت کریں گے۔

س:......جس وقت امام صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کی اس وقت کسی ایسے شخص نے جو نماز میں امام صاحب کے ساتھ شامل نہیں ہے اور اس نے آیت سجدہ سن لی ہے تو کیا اس پر بھی سجدۂ تلاوت واجب و لازم ہوگا؟

ج:......جی ہاں! اگر اس نے آیت سجدہ کی تلاوت سن لی ہے تو اس پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ اس کی ادائیگی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ نماز کے باہر ہی سجدہ ادا کرے لیکن اگر وہ سجدہ تلاوت سنتے ہی نماز میں شریک ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدے میں شریک ہو جائے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حجاب، اسلام اور پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلام دشمن قوتیں جب دلائل، واقعیت، حقیقت اور افادیت کی بنیاد پر اسلام کے خوبصورت نظام، اسلام کی حسین تہذیب وتمدن اور دل کو لبھانے والے اسلامی کلچر ومعاشرہ کا مقابلہ کرنے سے عاجز آگئیں تو انہوں نے الیکٹرانک میڈیا کی ایجاد کرکے اس سے دو کام لئے:

۱:- ایک تو اس کی افادیت کا اتنا چرچا اور شور وغوغا کیا کہ نظر بظاہر یہ میڈیا ہر گھر اور ہر فرد کی ضرورت ہی باور نہیں کرایا گیا، بلکہ کسی ریاست کا چوتھا ستون بھی قرار دلوادیا گیا، جس کی بنا پر ہر ریاست، ہر حکومت، بلکہ ہر ملکی جماعت وادارہ اس کا دست نگر اور محتاج نظر آیا۔ میڈیا پر بھاری بھرکم سرمایہ کاری کرکے اپنی ڈھب، اپنی پسند، مادیت سے مغلوب، تعلیمات اسلام سے دور اور ملکی حیا وغیرت سے ناآشنا مرد وزن کو ترجیحی بنیادوں پر اس کے لئے منتخب کیا گیا جو اپنی طلاقت لسانی اور چرب زبانی کے بل بوتے پر سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح، جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز باور کرانے میں نہ صرف یہ کہ ماہر بلکہ ایکسپرٹ اور شیطان کو مات دینے والے ہوں۔ مزید یہ کہ میڈیا کے ارباب بست وکشاد اور ان کے سرپرستوں نے میڈیا کے زور پر جس معاملے اور جس مسئلے کو حل کرانا چاہا، وہ نہ صرف یہ کہ حل ہوا، بلکہ جس ملک اور اس میں جس پارٹی اور اس کے سربراہ سے اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کی یقین دہانی اور سودے بازی میں مخلص اور قریب پایا، اس کو اقتدار دلوادیا اور جس کو اپنے مقاصد اور پالیسیوں کے سامنے رکاوٹ محسوس کیا، اسے اقتدار سے نہ صرف یہ کہ باہر کرادیا، بلکہ اسے چور، لٹیرا، بلکہ ملک کا غدار، قوم کا مجرم اور پتہ نہیں کیا کیا قرار دلوادیا۔

۲:- دوسرا اس سے یہ کام لیا کہ اس کے ذریعہ اپنا متعفن وبدبودار کلچر اور اپنی ایسی غلیظ وگندی تہذیب جسے حیوان بھی دیکھ کر شرما جائیں، پوری دنیا میں پھیلادی، جس کی سڑاند اور بدبو سے معطر ومنور، صاف وشفاف اور پاک وپاکیزہ مسلم معاشرہ بہت حد تک آلودہ اور متاثر ہوا۔ رہی سہی کسر اس طرح پوری کی گئی کہ تعلیم کے نظام پر ''کو ایجوکیشن سسٹم'' یعنی مخلوط نظامِ تعلیم متعارف کراکر مرد وزن میں فطری اور خلقی شرم وحیا اور عفت وعصمت کو تار تار کردیا گیا۔ اسی کا شاخسانہ ہے جو ان تعلیم گاہوں سے فارغ ہوکر حکومتی نظام میں شامل ہوتا ہے، وہ اپنے ماتحت ادارہ اور نظام میں وہی کچھ کرنا اور دیکھنا چاہتا ہے جس میں اس کی پرورش اور تربیت ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں کوئی ادارہ یا وزارت اپنی مسلم عوام کی اقدار، تہذیب اور کلچر کو دیکھ کر کوئی اسلامی حکم نافذ بھی کرنا چاہے تو یہ میڈیا اور ملکی اداروں کو چلانے والی بیوروکریسی دونوں دیوار بن کر سامنے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور ان کو اس وقت تک چین اور سکون نہیں آتا، جب تک وہ حکم واپس نہ لے لیا جائے۔

ہمارا ملک پاکستان اسلام کے نام پر بنا، لیکن آج ۷۲ سال ہوگئے، اس میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوسکا۔ بانیانِ پاکستان کے مخلص ساتھیوں نے قراردادِ مقاصد اور ان کے بعد پارلیمنٹ کے محب وطن اراکین نے پاکستان کے آئین کو قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب اور مدوّن کیا اور اس میں اسلامی حدود، ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کو تحفظ فراہم کیا اور ایک اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ادارہ بنایا، تاکہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی نظام کے سانچے میں ڈھالا جائے، لیکن آج تک اس ادارہ کی کسی ایک سفارش کو بھی قانون کی شکل نہیں ہونے دی گئی۔ ابھی حال ہی میں ''کے پی کے'' کے صوبائی محکمہ تعلیم نے صوبے میں لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لئے علاقائی کلچر کو سامنے رکھتے ہوئے والدین، اساتذہ اور عمائدین کی تجویز پر اسکولوں اور کالجوں کی

سطح پر عبایا اور برقع کو طالبات کے ڈریس کوڈ کا حصہ بنانے کا نوٹیفکیشن جاری کیا تھا، تا کہ طالبات کو تعلیم کے لئے محفوظ ماحول میسر ہو اور والدین اپنی بچیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں بھیجتے ہوئے روایتی خوف اور خدشات سے نکل کر سوچ سکیں، لیکن اس نوٹیفکیشن کے سامنے آتے ہی دین بیزار افراد اور میڈیا نے اس کے خلاف اتنا شور وغوغا کیا اور اس کی آڑ لے کر پردہ اور حجاب کے متعلق قرآنی حکم کے خلاف ایسا طوفانِ بدتمیزی کیا، یوں لگتا ہے جیسے یہ ملک مسلمانوں کا نہیں، اس کی بنیاد اسلام کے نام پر نہیں، اس کا آئین اسلامی نہیں اور قرآن وسنت اس کا سپریم لا نہیں، بلکہ یہ ملک کافروں کا اور کسی مغربی یونین کا رکن ملک ہے، جہاں مغربی تہذیب اپنی تمام آلودگیوں کے ساتھ ناچ رہی ہے، جس کو میڈیا اور بیوروکریسی پورا پورا ایندھن فراہم کر رہی ہے، یہاں تک کہ اس ابلاغی دہشت گردی کے ذریعہ ہراساں کر کے ''کے پی کے'' کی حکومت کو فیصلہ واپس لینے پر مجبور کر دیا، اس نوٹیفکیشن کا عکس یہ ہے:

....

OFFICE OF THE DISTRICT EDUCATION OFFICER (FEMALE) PESHAWAR.

OFFICER CIRCULAR:

All the heads of Govt: Girls Middle, High & Higher Secondary schools of District Peshawar are directed to properly follow school timings and instruct all the students to use Gown/Abaya or Chadar to veil/conceal/cover up their selves in order to protect them from any unethical incident. The matter may be treated as most urgent & important.

(SAMINA GHANI)
DISTRICT EDUCATION OFFICER
(FEMALE) PESHAWAR

Endst: No. 5671-5756 / Dated Peshawar the 16 /09 /2019.

Copy forwarded for information to the:-

1. Director E&SE, Khyber Pakhtunkhwa Peshawar.
2. P.A to the Honorable Advisor to Chief Ministers E&SE, Khyber Pakhtunkhwa Peshawar.
3. All the Principle / Headmistress.
4. Office File.

Samina 16/09/19

DISTRICT EDUCATION OFFICER
(FEMALE) PESHAWAR.

....

اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

''دفتر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (فی میل) پشاور

آفیسر سرکولر

گورنمنٹ کے تمام گرلز مڈل، ہائی اور ہائر سیکنڈری اسکولز آف ڈسٹرکٹ پشاور کے سربراہان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ تعلیمی اوقات کی پابندی کریں اور تمام طالبات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ گون/عبایا/ یا چادر استعمال کریں۔ پردہ، اپنے آپ کو چھپانے اور آستینوں کو ڈھانپنے کے لئے، تا کہ کسی غیر اخلاقی واقعہ سے حفاظت کی جاسکے، اس نہایت اہم حکم پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے۔

ثمینہ غنی

ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (فی میل) پشاور

16-09-19ء''

حالانکہ پردہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

’’یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔‘‘ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: ’’اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی ان کو نہ ستائے۔‘‘

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیے۔

حضرت شاہ (عبدالقادر) صاحبؒ لکھتے ہیں: ’’یعنی پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں، بی بی ہے، صاحب ناموس۔ بد ذات نہیں، نیک بخت ہے۔ تو بدنیت لوگ اس سے نہ الجھیں۔ گونگھٹ اس کا نشان رکھ دیا۔‘‘

شریعت کا مزاج یہ ہے کہ آزاد عورت بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جائے، جیسا کہ ’’وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ‘‘ اس پر دال ہے۔ اگر گھر سے باہر جانا ہی ہو تو باپردہ، نظروں کو جھکائے ہوئے اور اپنی زیب و زینت کو چھپائے ہوئے جایا کریں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ۔‘‘ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ:۲۶۹)

ترجمہ: ’’عورت سراپا ستر ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تانک جھانک کرتا ہے۔‘‘

اگر اچانک کسی نامحرم عورت پر نظر پڑ جائے تو اسے فوراً ہٹا لے اور دوبارہ قصداً دیکھنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

’’یَا عَلِیُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْآخِرَۃُ۔‘‘

(رواہ احمد والترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۲۰۵، ط: المکتب الاسلامی، بیروت)

ترجمہ: ’’اے علی! اچانک نظر کے بعد دوبارہ نظر مت کرو، پہلی تو بے اختیار ہونے کی بنا پر معاف ہے، مگر دوسری کا گناہ ہوگا۔‘‘

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاتون کے خط کے چند اقتباسات یہاں نقل کئے جائیں جو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ میں ’’پردہ‘‘ کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے، جو حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ کو موصول ہوا، اس میں وہ صاحبہ لکھتی ہیں:

’’لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر پختہ ہو گیا ہے کہ حکومت پاکستان پردے کے خلاف ہے۔ یہ خیال اس کوٹ کی وجہ سے ہوا ہے جو حکومت کی طرف سے حج کے موقع پر خواتین کے لئے پہننا ضروری قرار دے دیا گیا ہے، یہ ایک زبردست غلطی ہے، اگر پہچان کے لئے ضروری تھا تو نیلا برقع پہننے کو کہا جاتا۔‘‘...... ’’فلم کے پردے پر اسلام اور اسلامی شعائر کی اس قدر توہین و استہزاء ہو رہا ہے اور علمائے کرام تماشائی بنے بیٹھے ہیں، سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور بدی کے خلاف، بدی کو مٹانے کے لئے اللہ کے احکام سنا سنا کر پیروی کروانے کا فریضہ ادا نہیں کرتے، خدا کے فضل و کرم سے پاکستان اور تمام مسلم ممالک میں علماء کی تعداد اتنی ہے کہ ملت کی اصلاح کے لئے کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی، جب کوئی برائی پیدا ہو، اس کو پیدا ہوتے ہی کچلنا چاہیے، جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو مصیبت بن جاتی ہے۔ علماء ہی کا فرض ہے کہ ملت کو برائیوں سے بچائیں، اپنے گھروں کو علماء رائج الوقت برائیوں سے بچائیں،

اپنی ذات کو بُرائیوں سے دُور رکھیں تاکہ اچھا اثر ہو۔ تعلیمی ادارے جہاں قوم بنتی ہے غیر اسلامی لباس اور غیر زبان میں ابتدائی تعلیم کی وجہ سے قوم کے لئے سودمند ہونے کے بجائے نقصان کا باعث ہیں۔ معلّم اور معلّمات کو اسلامی عقائد اور طریقے اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے، طالبات کے لئے چادر ضروری قرار دی گئی، لیکن گلے میں پڑی ہے، چادر کا مقصد جب ہی پورا ہوسکتا ہے جب معمر خواتین باپردہ ہوں، بچیوں کے ننھے ننھے ذہن چادر کو بار تصور کرتے ہیں، جب وہ دیکھتی ہیں معلّمہ اور اس کی اپنی ماں گلی بازاروں میں سر برہنہ، نیم عریاں لباس میں ہیں تو چادر کا بوجھ کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگتا ہے۔ بے پردگی ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہے، ضرورت ہے کہ پردے کی فرضیت واضح کی جائے، اور بڑے لفظوں میں پوسٹر چھپوا کر تقسیم بھی کئے جائیں۔

”........“جو اخبار ہاتھ لگے، دیکھئے، جلوۂ رقص ونغمہ، حسن وجمال، رُوح کی غذا کہہ کر موسیقی کی وکالت! کوئی نام نہاد عالم ٹائی اور سوٹ کو بین الاقوامی لباس ثابت کرکے اپنی شناخت کو بھی مٹا رہے ہیں، ننھے ننھے بچے ٹائی کا وبال گلے میں ڈالے اسکول جاتے ہیں، کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جہاں غیروں کی نقل نہ ہو۔“ ....”ہماری بدقسمتی، مسلم ممالک کی نکیل ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو ایمان بالمغرب میں اہلِ مغرب سے بھی دو قدم آگے تھے، جن کی تعلیم وتربیت اور نشو ونما خالص مغربیت کے ماحول میں ہوئی تھی، جن کے نزدیک دِین ومذہب کی پابندی ایک لغو اور لایعنی چیز تھی اور جنھیں نہ خدا سے شرم تھی، نہ مخلوق سے۔ یہ لوگ مشرقی روایات سے کٹ کر مغرب کی راہ پر گامزن ہوئے، سب سے پہلے انہوں نے اپنی بہو، بیٹیوں، ماؤں، بہنوں اور بیویوں کو پردہ عفت سے نکال کر آوارہ نظروں کے لئے وقفِ عام کیا، ان کی دُنیوی وجاہت واقبال مندی کو دیکھ کر متوسط طبقے کی نظریں للچائیں، اور رفتہ رفتہ تعلیم، ملازمت اور ترقی کے بہانے وہ تمام ابلیسی مناظر سامنے آنے لگے جن کا تماشا مغرب میں دیکھا جاچکا تھا۔ عریانی وبے حجابی کا ایک سیلاب ہے، جو لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا ہے، جس میں اسلامی تہذیب وتمدن کے محلات ڈُوب رہے ہیں، انسانی عظمت وشرافت اور نسوانی عفت وحیا کے پہاڑ بہہ رہے ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سیلاب کہاں جاکر تھمے گا اور انسان، انسانیت کی طرف کب پلٹے گا؟ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جب تک خدا کا خفیہ ہاتھ قائدینِ شر کے وجود سے اس زمین کو پاک نہیں کردیتا، اس کے تھمنے کا کوئی امکان نہیں۔“ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۸، ص:۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳)

امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث نقل کی ہے:

”عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا خَیْرٌ لِلنِّسَاءِ؟ - فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ - فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ إِلٰی فَاطِمَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہَا فَأَخْبَرَہَا بِذٰلِکَ، فَقَالَتْ: فَھَلَّا قُلْتَ لَہٗ خَیْرٌ لَّھُنَّ أَنْ لَّا یَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَھُنَّ. فَرَجَعَ فَأَخْبَرَہٗ بِذٰلِکَ، فَقَالَ لَہٗ: مَنْ عَلَّمَکَ ھٰذَا؟ قَالَ: فَاطِمَۃُ! قَالَ: إِنَّھَا بِضْعَۃٌ مِّنِّيْ.

سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ قَالَ لِفَاطِمَۃَ: مَا خَیْرٌ لِلنِّسَاءِ؟ قَالَتْ: لَا یَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَھُنَّ، فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّمَا فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّيْ۔“ (حلیۃ الاولیاء، ج:۲، ص:۴۰-۴۱)

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا: بتاؤ! عورت کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے؟ ہمیں اس سوال کا جواب نہ سوجھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ان سے اسی سوال کا ذکر کیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ لوگوں نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ اجنبی مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ ان کو کوئی دیکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آکر یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جواب تمہیں کس نے بتایا؟ عرض کیا: فاطمہ نے۔ فرمایا: فاطمہ آخر میرے جگر کا ٹکڑا ہے ناں۔ سعید بن مسیب، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: عورتوں کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے؟ فرمانے لگیں: یہ کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تو فرمایا: واقعی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔“

”کے پی کے“ حکومت کے اس اقدام کی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور تمام مذہبی ودینی جماعتوں اور صحافی بھائیوں نے اس کی مذمت کی، اور علمائے کرام نے اس کے خلاف جمعۃ المبارک کے خطابات میں پردہ کے متعلق نوٹیفکیشن کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ سینئر صحافیوں اور تجزیہ کاروں نے بھی عبایا کے نفاذ کا فیصلہ واپس لینے پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے حکومت پر تنقید کی ہے۔ معرف دانشور اور تجزیہ کار ہارون الرشید نے اپنے مخصوص لہجے میں لکھا کہ: عبایا کا حکم دیا گیا تھا، برقع کا نہیں۔ عبایا میں برائی کیا ہے؟ یہ بجا ہے کہ اسلام محض قوانین نہیں، قلب ودماغ کی تبدیلی کا نام ہے، مگر ایسی بھی کیا معذرت خواہی کہ مغرب کے ذہنی غلام یلغار کریں۔ اور اللہ، رسول کے ماننے والے دبک کر بیٹھ جائیں۔ ڈٹ کر انہیں جواب دو، دلیل کے ساتھ۔ معروف دانشور اور تجزیہ کار اوریا مقبول جان نے ٹی وی پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ صرف عبایا کو ہی تنقید کا نشانہ بنایا جانا تعصب ہے، حالانکہ پاکستان میں ہر ادارے کا ایک یونیفارم ہوتا ہے، عبایا اسلام میں عورت کے لئے یونیفارم کی طرح ہے۔ معروف صحافی انصار عباسی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے احکامات کو اگر ہماری ریاست نافذ نہیں کر سکتی تو اس میں گھاٹا ہمارے لئے ہی ہے۔ اللہ کا دین تو بلند ہو کر رہے گا۔ یہ ہمارے لئے ٹیسٹ ہیں کہ ہم میں سے کون فیل ہوتا ہے اور کون پاس۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ”کے پی کے“ حکومت کی جانب سے حجاب کے فیصلہ کو واپس لینے پر ۲۰ ستمبر ۲۰۱۹ء کے جمعہ کو ملک بھر میں یوم مذمت منانے کا اعلان بھی کیا۔

وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا محمد طلحہ رحمانی صاحب کے مطابق صدر وفاق مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب صدر و مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا انوار الحق حقانی، ناظم وفاق حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور دیگر منتظمین ومسئولین نے اپیل کی ہے کہ صوبائی حکومت کے حجاب کے نوٹیفکیشن واپسی کے فیصلے کے خلاف آج ۲۰ ستمبر کو ملک بھر میں یوم مذمت منایا جائے، جبکہ جمعہ کے اجتماعات میں پردہ اور شعائرِ اسلام کی اہمیت پہ روشنی اور عوام کی دینی رہنمائی کرتے ہوئے ”کے پی کے“ حکومت سے حجاب لازمی قرار دینے کا نوٹیفکیشن بحال کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ وفاق المدارس کی جانب سے جاری کردہ اعلامیے میں مزید کہا گیا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ مملکت کے بنیادی اسلامی تشخص کے خلاف اس طرح کے اقدامات کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب جو ہمارے ملک کی معروف علمی شخصیت، معتدل مزاج اور مخالف کی بات کو بھی حوصلہ سے سننے کے بعد نپے تلے الفاظ میں جواب دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں، انہیں جب ”کے پی کے“ حکومت کے اس معاملے پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے واٹس اپ پر یوں پیغام ریکارڈ کرایا کہ:

”ایک دو روز سے ”کے پی کے“ کے حوالہ سے یہ خبر اور اس پر تبصرے گردش کر رہے ہیں کہ طالبات کے لئے کالجز میں حجاب کی پابندی کا ایک حکم جاری ہوا اور اسے اسی دن منسوخ کر دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ صحیح طور پر جاری نہیں ہوا۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ حجاب شریعت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے، قرآن پاک کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔ اگر کسی نے جاری کر ہی دیا ہے تو اس نے قرآن پاک کے حکم کا تقاضا پورا کیا ہے۔ دستورِ پاکستان کی پاسداری کی ہے۔ پاکستان کی اسلامی تہذیب وثقافت کے تحفظ کی طرف قدم اٹھایا ہے، اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے تھی، لیکن اس کی حوصلہ شکنی اور منسوخی کو اسی دن ضروری سمجھا گیا ہے جو ہمارے پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ کے عمومی مزاج کی آئینہ دار ہے۔ ہمارے ہاں ستر سال سے یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے کہ اسلام کا کوئی قانون اول تو نافذ نہ ہونے پائے۔ اگر کہیں نافذ ہو گیا ہے تو باقی نہ رہنے پائے اور اگر کہیں باقی رہ گیا ہے تو اس پر عمل نہ ہونے پائے۔ ہم ستر سال سے اسٹیبلشمنٹ کے اس بلی چوہے کے کھیل کا نظارہ کر رہے ہیں، بلکہ بھگت رہے ہیں۔ انتہائی افسوس ناک بات ہے، مجھے وہ کہاوت یاد آ رہی ہے جو کہ کسی شخص کو شوق ہوا اس نے اپنے بازو پر شیر کی تصویر بنانی ہے اور وہ سوئی سے گدواتے ہیں تو کسی سے

کہا کہ میرے بازو پر شیر کی تصویر بنادو۔ اس نے تصویر بنانا شروع کی تو سوئی بہر حال چبھے گی۔ دو تین دفعہ سوئی چبھی تو اس نے پوچھا کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا: دم بنا رہا ہوں، تو اس نے کہا: دم کے بغیر بھی شیر ہوتا ہے، دم کے بغیر بنادو۔ اس نے پھر سوئی چبھونی شروع کر دی تو پوچھا: اب کیا بنا رہے ہو؟ کہا: پاؤں بنا رہا ہوں، تو اس نے کہا: شیر ایک پاؤں کے بغیر بھی ہو سکتا ہے.... یوں کرتے کرتے ....اب سوئی تو چبھنی ہے، پاؤں بناؤ، دم بناؤ، منہ بناؤ، کان بناؤ......تو رفتہ رفتہ اس نے کہا کہ رہنے دو۔ اب ہماری اسٹیبلشمنٹ وہ اسلام تلاش کر رہی ہے جس میں پردہ بھی نہ ہو، نماز کی پابندی بھی نہ ہو، حلال وحرام کا فرق نہ ہو، سود کی حرمت نہ ہو، شراب منع نہ ہو، ناچ گانا بھی منع نہ ہو، کسی چیز کی ممانعت نہ ہو اور کوئی شرعی پابندی نہ ہو۔ ہماری اسٹیبلشمنٹ ساری کی ساری، میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتا، جرنیل بھی اس میں ہیں، سیکرٹری، سیاست دان بھی اس میں ہیں۔ ہماری مجموعی اسٹیبلشمنٹ ستر سال سے اس اسلام کی تلاش میں ہے جس میں کوئی پابندی کوئی شرعی حکم نہ ہو، یہ تو بہر حال نہیں ملے گا۔ میری درخواست ہے ان حکمرانوں سے خدا کے لئے اسلام کے حال پر رحم کرو، اسلام جب آئے گا کوئی نہ کوئی پابندی تو ہوگی اور پابندی کے بغیر، شرعی حکم کے نفاذ کے بغیر اسلام کا تصور، یہ اپنے اسلام کے ساتھ نظر ثانی کریں۔ ہمیں تو شرم آنے لگی ہے، کیا ہم پاکستانی قوم اسلام کے ساتھ اپنی کمٹمنٹ پر قائم ہیں؟ کیا ہم قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال مرحوم کے ان خطبات پر قائم ہیں کہ پاکستان میں قرآن کا قانون ہوگا، سنت کا قانون ہوگا، شریعت کی بالادستی ہوگی اور اسلامی تہذیب کا تحفظ ہوگا؟ تہذیب وثقافت کے نام پر اگر ہم حجاب بھی برداشت نہیں کر سکتے تو اسلامی تہذیب کیا ہوتی ہے؟ ثقافت کیا ہوتی ہے؟ پاکستان کی ثقافت کیا ہوتی ہے؟ مجھے تو سچی بات ہے کہ شرم آنے لگ گئی ہے اسٹیبلشمنٹ کے اس رویے پر، دوست کہتے ہیں کہ تبصرہ کریں، کیا تبصرہ کروں؟ اللہ ہمارے حال پر رحم کرے، آمین!"

آج میڈیا پر بے لباسی اور بے شرمی کے جو دلائل دیئے جا رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر اظہار افسوس اور "إنا لله وإنا إليه راجعون" پڑھنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ شرم وحیا عورت کی زینت اور پردہ اس کی عزت وعصمت کا نگہبان ہے۔ سب سے پہلی ذمہ داری ہماری خواتین، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی ہے کہ شریعت اسلامی کے پردہ اور حجاب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا آئیڈیل بنائیں۔

۲:- دوسری ذمہ داری والدین، بھائیوں، شوہروں اور بیٹوں کی ہے کہ جو چیز اسلامی غیرت کے خلاف ہے، اسے برداشت نہ کریں، بلکہ اس کی اصلاح کے لئے فکر مند ہوں۔ حدیث میں آتا ہے:

"حیا اور ایمان لازم وملزوم ہیں، جب ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔"

۳:- تیسری ذمہ داری معاشرہ کے برگزیدہ اور معزز افراد کی ہے کہ اس بے پردگی اور طغیانی کے خلاف جہاد کریں اور اپنے اثر ورسوخ کی پوری طاقت کے ساتھ معاشرے کو نکالنے کی فکر کریں۔

۴:- چوتھی ذمہ داری حکومت کی ہے کہ اس کے انسداد کے لئے عملی اقدامات کرے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا معاشرہ ملعون اور اخلاق باختہ قوموں کی روش پر چل نکلا ہے۔ وضع قطع، نشست وبرخاست اور طور وطریق سب بدکردار وبداطوار قوموں کے اپنائے جا رہے ہیں۔ اگر اس خوفناک ذلت وگراوٹ اور شر وفساد کی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی گئی تو اندیشہ اس بات کا ہے کہ خدانخواستہ اس قوم پر قہر الٰہی نازل نہ ہو، نعوذ باللہ من ذلک۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں تمام اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات سے محفوظ فرمائے اور آخرت میں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔ إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت لاوارث نہیں ہے

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کا ختم نبوت کانفرنس سے خطاب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقدہ عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کے کانفرنس لاہور سے خطاب کرتے ہوئے، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

جناب صدر محترم، اکابر علماء امت، زعماء ملت، میرے دوستو اور بھائیو! میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین اور تمام مسئولین کا انتہائی شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے آج کے اس بابرکت اجتماع میں مجھے شمولیت کی سعادت سے نوازا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اب ہماری تاریخ کا نام بن چکا ہے۔ جس نے پورے برصغیر میں اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت کردار ادا کیا ہے اور انہوں نے جس طرح سے اس عقیدے کا تحفظ کیا ہے، میں آج کے اجتماع میں آپ کی طرف سے بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میرے محترم دوستو! برصغیر میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار انگریز استعمار کی وہ فتنہ گری ہے جو آج پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور آج بھی مغربی و امریکی استعمار اس فتنہ کا تحفظ بھی کر رہا ہے اور اس کی سرپرستی و نگرانی بھی کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان کبھی بھی اپنے اس عقیدے سے دستبردار نہیں ہوسکتا کہ اس کے ایمان و عقیدے پر کوئی آنچ آئے اور وہ خاموش بیٹھ سکے۔ ہمارے اکابر کو اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ رحمتیں عطا فرمائے جنہوں نے ہمیں شعور دیا جنہوں نے ہمیں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اور یاد رکھیں! آج ہم اور ہماری نئی نسل اپنے ان اکابرین کے

جمعیت علماء اسلام سوشل میڈیا ٹیم

سامنے جوابدہ ہیں ان کی روحیں آپ سے کچھ تقاضا کرتی ہیں۔ اگر ہم واقعتاً اپنے اکابر کے وفادار ہیں، اگر ہم اپنے اکابر کے نام لیوا ہیں تو پھر اس وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردیں اور اپنی زندگیاں اس راستے میں وقف کردیں۔

میرے محترم دوستو! باتیں بہت ہوچکیں اور مجھ سے پیشتر میرے بزرگوں اور میرے بھائیوں نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ لیکن یہاں آج ملک میں پھر سوالات اٹھائے جارہے ہیں میں سب سے پہلی بات یہ کہوں گا ایک نظریاتی کشمکش ہے۔ آج سے نہیں 1400 سال سے یہ نظریاتی کشمکش چلی آرہی ہے۔ اگر وہ لادینیت کے لئے اور مغرب کے دفاع کے لئے سیکولر اور بے دین طبقہ اپنے آقاؤں سے وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ تو ہم بھی اس نظریے میں اس وطن میں نظریاتی فریق ہیں، ہم نے بھی اپنے اکابر کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کرنا ہے اور ان کے باطل عقائد کا مقابلہ کرنا ہے۔ گھبرانا بالکل نہیں، ٹی وی پر ہونے والے تبصروں سے مت گھبرایئے، چینل پر آئے ہوئے لوگوں سے مت گھبرایئے، یہ وہ مقام ہے جب ریاست ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور دینداروں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں آپ نے استقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ان تبصروں کی کوئی حیثیت نہیں ہمیشہ سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن میں ایک بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جب نئی حکومت بنی، یہ جعلی حکومت جب وجود میں آئی تو آپ نے دیکھا کہ انہوں نے مدارس کے بارے میں مدارس میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کے بارے میں کس قسم کے عزائم کا اظہار کیا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ توہین رسالت کی مرتکب ایک ملعونہ کو کس اعزاز کے ساتھ بری کیا گیا اور پھر کتنے اعزاز کے ساتھ اس کو ملک سے باہر بھیجا گیا۔ میں ریاست اور ریاست کے حکمرانوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ خاتون بے گناہ ہے اور عدالت نے اس کو بری کردیا ہے تو پھر تم بطور ریاست اس کا تحفظ کیوں کر رہے ہو؟ اور پھر تم خود کیوں اس کو باہر دنیا میں بھیج کر کسی اور کے تحفظ میں دے رہے ہو؟ جو ریاست اور ریاست کی حکومت ملک کے ایک شہری کو تحفظ فراہم نہ کرسکے اور برملا اعلان کرے کہ ایک ہفتہ کے بعد وہ ملک سے باہر جائے گی۔ اس کا معنی یہ

ہے کہ آپ دنیا سے حوالے سے ایک ناکام ریاست ہیں اور ہم نے اس ناکام ریاست کو نظریاتی حوالے سے ایک کامیاب ریاست بنانا ہے۔ ریاست تمہاری لادینیت اور بے دینیت کی بنیاد پر چلے گی یا ریاست اسلامی نظریے کی بنیاد پر چلے گی مسئلہ اس وقت یہ ہے تو جب ایک نظریاتی ٹکراؤ اور تصادم ہے تو پھر معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم نے پورے ملک میں جب ملین مارچوں کا آغاز کیا تھا تو پہلے ملین مارچ کے آغاز کی بنیاد بین الاقوامی دباؤ پر توہین رسالت کی مرتکب خاتون کو عزت واحترام کے ساتھ بری قرار دینے کا فیصلہ قرار دیا تھا اور ہمارا آج بھی یہی موقف ہے کہ فیصلہ پاکستان کے آئین وقانون کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ یہ فیصلہ بین الاقوامی دباؤ کے تحت ہوا ہے اور ہم اس لئے بھی میدان میں نکلے تھے، اگر جمہوریت کو آئین تحفظ دیتا ہے اور ہم جمہوریت کے لئے جنگ لڑتے ہیں۔ اگر پارلیمانی طرز حکومت کو آئین تحفظ دیتا ہے اور ہم پارلیمانی نظام کے تحفظ کی جنگ لڑتے ہیں۔ اگر آئین انسان اور اس کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ دیتا ہے اور ہم انسانی حقوق کی جنگ لڑتے ہیں۔

تو آئین ناموس رسالت کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے آئین ختم نبوت کے عقیدے کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم توہین رسالت کا مسئلہ لے کر میدان میں نکلتے ہیں یا ختم نبوت کا مسئلہ لے کر میدان میں نکلتے ہیں تو یہ آئین کا تقاضا ہے اگر تم جمہوریت کے لئے لڑتے ہو اور وہاں وہ سیاسی کارڈ نہیں۔ تو میں جب اسلام کے لئے لڑتا ہوں، ناموس رسالت کے لئے لڑتا ہوں، ختم نبوت کے لئے لڑتا ہوں یہ بھی میرے آئین کا تقاضا ہے۔ اور یاد رکھو! ساری دنیا کو کہتا ہوں یہ بات سن لو کہ تم نے یہ اسلام کو اور ختم نبوت کو اور ناموس رسالت کو لاوارث سمجھ رکھا ہے؟ سن لو! یہ لاوارث نہیں ہے اور ان کے جیالے ملک بھر کے کونے کونے میں موجود ہیں۔

میرے محترم دوستو! اس ملک میں اسلام لاوارث نہیں ہے۔ اس ملک میں ناموس رسالت لاوارث نہیں ہے اس ملک میں عقیدہ ختم نبوت لاوارث نہیں ہے اور آج جب ہم نے اس عقیدے کے تحفظ کی وساطت سے آپ کو چیلنج کیا ہے اور پاکستان کے لاکھوں انسان اپنے گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آنا چاہتے ہیں۔ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں آپ کو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں، پوری دنیا کو پیغام دینا چاہتے ہیں، امریکہ کو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں، یورپ کو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں مسلمان اپنے اس عقیدے اور آئین کے ان تقاضوں کے تحفظ کو جانتے ہیں۔ مرعوب تو نہیں ہوا ہوں ہم نے اپنی آزادی مارچ کی بات کی ہے کہ میرے سینکڑوں سالوں کی، صدیاں گزر گئیں میری تاریخ آزادی کے لئے قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ کل اگر میں انگریز کی غلامی کا انکار کرتا تھا تو آج میں امریکہ کی غلامی کا انکار کرتا ہوں۔ آج میں یورپ کی غلامی کا انکار کرتا ہوں اور ایک آزاد منش قوم پاکستانی قوم کو دیکھنا چاہتا ہوں، تو میری تاریخ آزادی کے لئے قربانیوں سے بھری ہوئی ہے اور میں آج بھی آزادی کا علمبردار ہوں۔ میں نے کل بھی غلامی قبول نہیں کی تھی میں آج بھی غلامی قبول نہیں کرتا۔ تم نے الیکشن میں دھاندلیاں کرائی، تم نے نتیجے تبدیل کئے، تم نے ایک خلائی اور ہوائی حکومت بنائی، تم نے دنیا کو پیغام دیا کہ مذہب کی پاکستان میں کوئی حیثیت نہیں۔ مذہبی لوگوں کی پاکستان میں کوئی اہمیت نہیں، یہ عوامی حمایت سے محروم ہیں۔ جعلی بنیادوں پر تم نے دنیا کو کہا کہ یہاں پر علماء، عوامی حمایت سے محروم ہیں۔ ہم نے 15 ملین مارچ کر کے ڈیڑھ کروڑ پاکستانیوں سے خطاب کر کے دنیا کو پیغام دیا ہے کہ نہیں آج بھی پاکستان کا گلی کوچہ علماء اور مذہبی طبقے سے بھرا ہوا ہے اور ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اگر دنیا میں جمہوریت ہے تو پھر دنیا سن لے جمہوریت اس عوام کا نام ہے جو ہمارے ملین مارچ میں شرکت کرتا رہا ہے۔ جمہوریت اس عوام کا نام ہے جو جمعیت علماء اسلام کے صد سالہ اجتماع میں اکٹھے ہوئے تھے۔ کوئی طاقت اتنی بڑی عوام کو ایک میدان میں اکٹھی نہیں کر سکتی آپ ہمیں الیکشن میں دھاندلی کر کے ہرائیں اور ہم پاکستان کے گلی کوچے میں جا کر آپ کو پیغام دیں گے کہ پاکستان کی عوام کیا چاہتی ہے؟ اب یہ روایت کو تبدیل کریں، اب جمعیت علماء اسلام کو ایک سیاسی طاقت ماننا پڑے گا اور جمعیت علماء اسلام کی عوامی حمایت کا راستہ روکو گے تو پاکستان میں کوئی حکومت بھی نہیں چل سکے گی۔ جمہوریت کو انہوں نے مذاق سمجھ رکھا ہے۔

میرے محترم دوستو! آج حال یہ ہے کہ پاکستان میں ہر طبقہ بے چین ہے، مذہبی طبقہ بے چین ہے، جمہوریت کے علمبردار بے چین ہیں انسانی حقوق کے علمبردار بے چین ہیں۔ عام آدمی کے لئے مہنگائی کی وجہ سے زندگی گزارنا، مشکل ہو گیا ہے آج جن نوجوانوں کو روزگار مہیا

کرنے کی امید دلائی گئی تھی، آج وہ نوجوان بے روزگار ہے، ایک کروڑ نوکریوں کی بات، 15 سے 30 لاکھ لوگوں کو بیروزگار کر دیا ہے اور کسی ایک کو بھی نوکری نہیں دی۔ ملکی معیشت برباد ہو گئی، ٹھیک ہے یہ کہنا آسان ہے کہ پچھلی گورنمنٹ نے اور اس سے پچھلی گورنمنٹ نے اور اس سے پچھلی گورنمنٹ نے قرضے لئے تھے، قرضے لے کر ملک کو چلانا کوئی اچھی اقتصادی پالیسی نہیں۔ لیکن پاکستان کی پوری تاریخ میں جتنے قرضے سابقہ تمام حکومتوں نے لئے تھے آج اس حکومت نے ایک سال کے اندر سب سے زیادہ قرض لئے ہیں۔ نوجوان بیروزگار ہے تاجر رو رہا ہے پاکستان میں آج کوئی شخص، کوئی دولت مند سرمایہ کاری کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مارکیٹ پر جمود طاری ہے، پیسے کی گردش رک گئی ہے بڑھوتری کا عمل رک گیا ہے، پاکستان ایک معاشی جمود کے دور سے گزر رہا ہے اور ان حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے اور عالم یہ ہے کہ ہم تنہا بھی ہوئے ہیں، ہندوستان ہمارا دشمن ہے ہمیں بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ ہندوستان ہماری مشرقی سرحد پر باڑ لگا رہا ہے اور کہتا یہ ہے کہ پاکستان سے دہشتگرد نہ آ جائیں، یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے۔ لیکن پاکستان افغانستان کی سرحد پر باڑ لگا رہا ہے کس بنیاد پر؟ کہ افغانستان سے دہشت گرد پاکستان میں نہ آ جائیں۔ انڈیا ہم سے خوفزدہ، ہم افغانستان سے خوف کھا رہے ہیں ہم کرتارپور کا کوریڈور کھول کر سکھوں سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کی سرزمین آپ کے لئے کھلی ہے۔ آپ جب چاہیں پنجاب میں آئیں، آپ وہاں اپنی عبادت گاہوں میں جائیں، سمجھ میں آتی ہے یہ بات لیکن جب افغانستان قبائل سے کہہ رہا ہو کہ قبائلی لوگو افغانستان آپ کی اپنی زمین ہے، آپ جب چاہیں ہماری زمین پر آ سکتے ہیں یہ کھیل کیا ہے؟ ایران پاکستان کے خلاف تحفظات رکھتا ہے صحیح ہے یا غلط ہے یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن ہمارے ملک کا جعلی وزیر اعظم ایران جا کر اپنی پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کی موجودگی میں ایرانی قیادت کے سامنے اعتراف کرتا ہے کہ ہاں ہماری پاکستان کی سرزمین ایران کے خلاف استعمال ہو رہی ہے، جو وزیر اعظم ہے وہ خود اپنے ملک کے خلاف وعدہ معاف گواہ بن گیا۔ ہمیں تو ریاست آج تک یہ کہتی رہی کہ ہمیں اسامہ بن لادن کے بارے علم نہیں تھا کہ وہ ایبٹ آباد میں رہتا ہے رات کی تاریکی میں ہمارے پورے سسٹم کو جام کر کے ان کے ہیلی کاپٹر آئے اور آپریشن کیا۔ لیکن آج کا وعدہ معاف گواہ کہتا ہے کہ ان کی راہنمائی پاکستان نے خود کی تھی۔ کیسے حکمران ملے یہاں، تو یہ ہیں ملک کے وفادار، اور ہمیں ملک کا غدار کہا جاتا ہے۔

میرے محترم دوستو! ہم نے دیکھا کہ پوری دنیا میں اور پاکستان کے اندر قادیانی نیٹ ورک متحرک ہوا اور چند روز پہلے قادیانیوں کے سربراہ نے بیان دیا کہ مرکز تو ہمارا قادیان ہے لیکن پاکستان کا آئین بدلے گا اور احمدیوں کو وہاں سانس لینے کی اجازت ہوگی۔

کس نے اس کو اطمینان دلایا؟ کس طرح وہ دھڑلے سے کہتا ہے کہ پاکستانی آئین میں ترمیم ہوگی اور ہمارے خلاف فیصلہ ہو جائے گا۔ کرتارپورہ کوریڈور کے بارے میں میں آپ کی نیک نیتی کو تسلیم کر لیتا ہوں۔ لیکن اگر ربوہ ٹائمز جو قادیانیوں کا ترجمان ہے۔ ربوہ ٹائمز کرتارپورہ کوریڈور کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، خراج عقیدت پیش کرتا ہے تو ہم اس کے کیا معنی لیں گے؟ اس پر کیا تصور کیا جائے؟ اس قسم کی چیزیں منظر عام پر آ رہی ہیں اور پاکستان کی عوام اس لحاظ سے اضطراب کا شکار ہے۔ اب ناموس رسالت کے حوالے سے عجیب شعبدہ گری شروع ہوگئی کہ توہین رسالت کرو اور پھر بین الاقوامی سطح پر شہرت بھی پاؤ اور عالمی دنیا کا قرب بھی حاصل کرو۔ کیا پاکستان میں ناموس رسالت کو لاوارث چھوڑ دیا ہے؟ اور ہم خاموش بیٹھے رہے؟ ختم نبوت کو تحفظ اگر آئین نے دیا ہے تو پھر آئین کو تحفظ پاکستان کی عوام نے دیا ہے۔ ناموس رسالت کو تحفظ اگر آئین نے دیا ہے تو اس آئین کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے اور آپ کو صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ ہم سوئے ہوئے نہیں ہیں ہم جاگے ہوئے ہیں اور تمہارے اس طرح کے گھناؤنے عزائم ہم کسی بھی قیمت پر کامیاب نہیں ہونے دیں گے ان شاء اللہ!

ہم آج پوری قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں مذہبی طبقہ جو مذہبی حوالے سے اضطراب کا شکار ہے ہم ان کے اضطراب کی بھی نمائندگی کر رہے ہیں۔ جمہوریت پسند طبقہ جو اپنے تحفظات رکھتا ہے ہم اس جمہوریت اور اس کے علمبرداروں کی بھی نمائندگی کرتے ہیں اور اس عوام کی بھی نمائندگی کرتے ہیں جس کا نام جمہور کہلاتا ہے۔ ہم انسانی حقوق کی آواز بھی ہیں ہم جوانوں کی امید بھی ہیں ہم مہنگائی کے خلاف عام آدمی کی امید بھی ہیں کہ کوئی تو ہے جو ہماری جنگ لڑ رہا ہے۔ لہٰذا یہ حربے استعمال مت کرو کہ سیاست کے لئے مذہب کو استعمال کر رہا ہے۔ جب سیاستدان

سیاست کے لئے قومیت کو استعمال کرتا ہے جب سیاستدان سیاست کے لئے صوبائیت کو استعمال کرتا ہے اور حوالہ یہ دیتا ہے کہ آئینی تحفظ ہے۔ اگر سیاستدان بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے بات کرتا ہے اور وہ آئین کے حوالہ دیتا ہے، تو مجھے بھی حق حاصل ہے کہ میں بھی ختم نبوت اور ناموس رسالت پر آئین کا تحفظ کا حوالہ دے کر میدان میں اتر جاؤں۔ قوم لاوارث نہیں ہے تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کے حوالے سے قوم لاوارث نہیں ہے۔ اسلام، ختم نبوت اور ناموس رسالت کے حوالے سے ہم لاوارث نہیں ہیں نہ ہی قوم لاوارث ہے۔

ایران سے ہم الجھ رہے ہیں، افغانستان سے ہم الجھ رہے ہیں، انڈیا کے ساتھ ہم الجھ رہے ہیں اور ہم نے سی پیک کے مسئلے پر چین کو ناراض کر دیا۔ چند حقائق کو ہم جانتے ہیں، ہم تو تنہائی کا شکار ہیں۔ افغانستان، ایران اور چین ان کو تو ہم ناراض کر رہے ہیں اسرائیل کے ساتھ دوستی کی بڑی فکر لگی ہوئی ہے۔ پھر کہتے ہیں ہم انڈیا کو بھی تو تسلیم کر رہے ہیں۔ کسی ملک کو تسلیم کرنے کا تعلق اس کے ریاستی وجود سے ہوتا ہے۔ فلسطینی سرزمین پر قابض اسرائیل، ہم کس طرح اس کی حکومت کو تسلیم کریں؟ یعنی اس کے قبضے کو جائز کہہ دیں؟ آپ نے جس طرح فاٹا کا انضمام کیا، آرٹیکل 247 کو ختم کیا اسی طرح انڈیا نے کشمیر کا آرٹیکل 370 ختم کر کے انضمام کر دیا اور میں اس وقت بھی پارلیمنٹ میں چیخ رہا تھا کہ فاٹا کی عوام سے پوچھو، اگر آج آپ فاٹا کی عوام سے نہیں پوچھیں گے اور انضمام کریں گے، انڈیا کشمیریوں سے نہیں پوچھے گا اور انضمام کرے گا۔

انہوں نے کشمیر کو بیچ ڈالا چند دن پہلے وہ کشمیر گیا اور ایک جلسہ کیا۔ تمام محکموں کی، اسکولوں کی چھٹی کرادی اور جبری طور پر سرکاری ملازمین کو، پٹواریوں کو لا کر جلسہ میں بٹھایا۔ ہم نے کہا کہ کشمیری عوام کا جلسہ 19 ستمبر کو ہوگا اور پھر ہم نے اسی میدان میں جلسہ کیا اور اللہ کے فضل سے کشمیریوں نے ثابت کر دیا کہ ان کی آواز جمعیت علماء اسلام ہے اور ان کی آواز پی ٹی آئی نہیں ہے اور ہمارے مقابلے میں انہوں نے ایک جلسی کی ہے جلسی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس محاذ پر بھی کامیابی سے نوازا۔ اب ایک طرف کشمیر بیچ ڈالا، پھر کہا: لوگو! سن لو جس وقت میں آپ کو کہوں گا کہ آؤ ایل او سی کو عبور کریں تو آپ لوگوں نے پھر نکلنا ہے۔ چند دن کے بعد انٹرویو دے دیا کہ کشمیر کے اندر لڑائی کرنا یا کشمیر کے اندر جہاد کرنے والا وہ کشمیر کا بھی دشمن ہے پاکستان کا بھی، ایک دم زبر۔ ست یوٹرن اس نے لے لیا اور پھر یہاں ملک سے روانہ ہوتے ہوئے کہا کہ اب میں اقوام متحدہ جا رہا ہوں اور جو کسر باقی ہے وہ بھی پوری کروں گا۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ تو تم نے کشمیر کو دیا کیا ہے؟

اور جہاں عوام ہے وہاں انسانی حقوق کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے تو عوام کے انسانی حقوق کی بات کرنی ہوگی، عوام کی طرف سے اٹھنے والے شور و غوغا میں ان کی کمزوریاں چھپ جاتی ہیں۔ ورنہ یہی مظالم جب برما میں مسلمانوں پر ہو رہے تھے تو یہ خاموش تھے، یہی مظالم فلسطینی مسلمانوں پر ہوتے ہیں یہ خاموش رہتے ہیں تو کشمیریوں کے شانہ بشانہ ہم کھڑے ہیں۔

میرے محترم دوستو! پاکستان کو تنہائیوں کی طرف دھکیلا جا رہا ہے بیرونی دنیا آپ کو مدد دینے کے لئے تیار نہیں۔ چین نے 70 ارب ڈالر پاکستان میں سرمایہ کاری کی آپ نے 70 ارب ڈالر ان کے ضائع کئے اور جب امریکہ کے پاس واپس آ گئے تھے۔ اس نے کہا کہ میں ایک ارب ڈالر آپ کو دے رہا ہوں تو ہم خوشیاں منا رہے تھے، 70 ارب ضائع کر دیئے، اب دو باتیں یاد رکھیں!

1:- کہ یہ حکومت ناجائز ہے یہ عوام کے ووٹوں سے ملک میں آنے والی حکومت نہیں ہے۔

2:- ایک سال کے عرصہ میں یہ ثابت کر دیا کہ یہ حکومت نااہل بھی ہے۔

اب جب حکومت ناجائز بھی ہو اور حکومت نااہل بھی ہو تو پھر اس کا خاتمہ ضروری ہوتا ہے۔

تو ان شاء اللہ! اس حوالے سے مشاورت کا عمل جاری ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے 25/ جولائی 2018ء کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر اس موقف پر اتفاق کیا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے۔ بدترین دھاندلی ہوئی ہے ہم ان کے نتائج کو تسلیم نہیں کرتے دوبارہ الیکشن کروائے جائیں یہ متفقہ فیصلہ ہے۔

ہم نے وہی موقف لے کر 15 ملین مارچ کئے ہیں اور اب اس کے تسلسل میں ہم اسلام آباد آ رہے ہیں۔ اگر کوئی جماعت ہمارے ساتھ اس لئے شریک نہیں ہوتی کہ ہم مذہب کی بات کرتے ہیں تو میں پھر پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم تو اس پر بھی جو ہماری کمٹ منٹ پہلے ہوئی تھی اس پر قائم ہیں۔ کیا آپ کی کمٹ منٹ برقرار ہے یا نہیں ہے؟ اپنی وضاحت کرو کہ اب آپ کس پوزیشن میں ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ! پوری قوم ساتھ ہوگی، ان شاء اللہ، آپ لوگ تو ساتھ ہو گے نہ؟ ان شاء اللہ! (حاضرین مجلس کا جواب)☆

محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کے خلیفہ اجل، دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ برطانیہ کے بانی ورئیس اور شیخ الحدیث، برطانیہ اور یورپ کے کئی مدارس کے بانی و سرپرست، ہزاروں علمائے کرام کے استاذ، مربی اور شیخ حضرت مولانا یوسف متالا صاحب ۹ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۸ ستمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار بعد نمازِ مغرب اس دنیائے فانی میں تقریباً ۷۳ سال گزار کر عالم عقبیٰ کو سدھار گئے۔ اِنا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ إن للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کے صوبہ گجرات کے علاقے سورت میں آپ کی پیدائش ہوئی، قرآن کریم اور اردو کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ترغیب القرآن میں حاصل کی، ۱۹۶۱ء میں مدرسہ حسینیہ میں درس نظامی کے پانچ سالہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا یونس جونپوریؒ اور حضرت مولانا مظفر حسین رحمہم اللہ سے حدیث پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ: ’’حضرت مولانا یوسف متالاؒ کو اپنے شیخ ومربی اور استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ سے محبت نہیں بلکہ عشق تھا۔ جب حضرت سے اجازت لے کر سفر کرتے تو حالت دگرگوں ہو جاتی۔ گریہ ورقت سے بڑھ کر جدائی پر بے ساختہ چیخیں نکل جاتیں۔ مولانا متالا کی اس محبت کا حضرت شیخ الحدیث پر بھی یہ اثر ہوتا۔ آپ بھی آبدیدہ ہو جاتے۔ اس منظر کو بعض اہل دل حضرات فراق یوسفی ومحبت یعقوب سے تعبیر کرتے۔ زہے نصیب! کہ دارالعلوم ہولکمب بری کے قیام کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدینہ منورہ سے سہارنپور جاتے وقت یا دورۂ افریقہ سے واپسی پر دارالعلوم ہولکمب بری میں ہفتوں قیام فرماتے اور یوں یومیہ دو سے تین ہزار اور خاص مواقع پر آٹھ سے دس ہزار بندگان خدا دارالعلوم میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے فیض صحبت سے سرفراز ہوتے اور یہ سب کچھ مولانا یوسف متالاؒ کے صدقہ سے ہوتا۔ مولانا یوسف متالا سے حضرت شیخ الحدیث کی پدری روحانی محبت اور مولانا یوسف کی حضرت سے پسری روحانی تعلق ایسا تھا کہ واقعہ میں مولانا متالا اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے گئے اور پھر وقت آیا کہ پورے برطانیہ کے سب سے بڑے شیخ اور قطب الارشاد کے درجہ پر فائز ہوگئے اور اس وقت صرف برطانیہ نہیں بلکہ یورپ وافریقہ وامریکہ تک آپ کے شاگرد علماء اور متوسلین کی آنکھوں کو خیرہ کردینے والی ایک جماعت کی محنت نے اقامت دین اور اشاعت وترویج اسلام کا ایک ایسا ماحول قائم کردیا ہے کہ اس پر دنیا عش عش کر اٹھی ہے۔‘‘

’’شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء‘‘ نامی کتاب جس کے مرتبین میں آپؒ بھی شامل ہیں، بلکہ آپ ہی کے اہتمام اور شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ کی سعی بلیغ اور فیض قلم سے یہ بہترین علمی اور تاریخی کتاب وجود میں آئی، اس کتاب میں حضرت مولانا یوسف متالا صاحب اپنے احوال کچھ یوں لکھواتے ہیں:

’’میرا نام یوسف بن سلیمان بن قاسم ہے۔ خاندانی لقب متالا ہے۔ ولادت یکم محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء پیر کی شب میں ہوئی۔ ہمارا خاندان ورٹھی ضلع سورت میں صدیوں سے مقیم ہے اور زراعت پیشہ ہے، مگر ہمارے دادا محترم اور والد صاحب نے زمین بٹائی پر دے کر تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ اور دادا مرحوم نے جنوبی افریقہ کا سفر کیا۔ کئی سال وہاں مقیم رہے اور عرصہ دراز کے بعد وطن واپس لوٹے اور چند روز بعد ہی ورٹھی میں انتقال فرمایا۔ دادا صاحب نے اکلوتے بیٹے کو اولاد میں پیچھے چھوڑا۔ والد صاحب نے اپنی والدہ کی آغوش تربیت میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور جوانی کو پہنچ کر تجارت شروع کردی اور بھوتورن کے ایک مخیر خاندان میں پہلا نکاح ہوا اور اللہ نے ایک لڑکا عطا فرمایا، نام محمد علی تجویز فرمایا

اور پہلی اہلیہ کا چند سال ہی میں انتقال ہوگیا، تب دوسرا نکاح ہماری والدہ آمنہ بنت محمد بن اسماعیل ڈیسائی سے ہوا۔ ہمارے نانا کے آباء واجداد دریائے تاپتی کے کنارے پر کھلوڈ نامی قصبہ میں آباد تھے، وہاں اس خاندان کی زمین پر بنائی ہوئی کنارہ والی مسجد اب تک موجود ہے۔

کسی وجہ سے یہ خاندان نانی نرولی منتقل ہوگیا جو اس زمانہ میں تقریباً جنگل ہی تھا، یہاں زراعت کا پیشہ اختیار کیا اور دینی اعتبار سے نہ صرف گاؤں میں بلکہ اطراف میں یہ خاندان بالخصوص ہمارے نانا جان دینی حلقہ میں مشہور تھے، اس لئے آپ ہی کا دولت کدہ یہاں آنے والے علماء ومشائخ کے لئے مہمان خانہ ہوتا تھا۔ والدہ محترمہ سے نکاح کے بعد والدہ کی دینداری کا اثر والد صاحب پر بھی آہستہ آہستہ پڑنا شروع ہوا، یہاں تک کہ والد صاحب مولانا عبدالغفور بنگالی مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوگئے اور ذکر وشغل شروع کیا۔ والد صاحب نے جب سے ذکر وشغل شروع کیا تھا، آہستہ آہستہ ان کی طبیعت پر ذکر کا اثر بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ والد صاحب پر جذبی کیفیت کا غلبہ ہونے لگا اور اسی کیفیت میں والدہ صاحبہ سے فرماتے کہ:

’’میں نے ترکِ دنیا کا ارادہ کرلیا ہے، آپ اپنے گھر چلی جاؤ۔‘‘

خاندان کے بڑوں نے ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی، بالآخر انہوں نے طلاق نامہ پر دستخط کروالئے کہ کہیں یہ حالت جنون میں تبدیل ہوگئی تو بیوی عمر بھر کے لئے معلق رہ جائے گی اور طلاق کی عدت وضع حمل تھی، چنانچہ طلاق کے چند روز بعد ہی ننھیال نانی نرولی میں ہمارے نانا کے یہاں میری یکم محرم الحرام پیر کی شب میں ولادت ہوئی۔ جب عمر تقریباً آٹھ سال ہوئی تو جنوبی افریقہ میں ہماری خالہ گیارہ بچوں کو چھوڑ کر حالت زچگی میں انتقال کر گئیں، ان کی جگہ خالو نے والدہ سے نکاح کیا اور والدہ افریقہ چلی گئیں اور نانا، نانی نے میری پرورش کی، چند سال بعد ان دونوں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، ان کے بعد خالہ نے پرورش کی اور پرورش کا حق ادا کردیا، رحمها الله رحمة واسعة۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم ناظرہ، اردو، حفظ وغیرہ مدرسہ ترغیب القرآن نانی نرولی میں حاصل کرکے ۱۹۶۱ء میں راندیر کے مشہور مدرسہ جامعہ حسینیہ میں داخلہ لیا اور فارسی اول سے لے کر ہدایہ اولین تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مظاہر میں ۱۳۸۶ھ–۱۳۸۵ھ میں مشکوٰۃ میں داخلہ لیا، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے مشکوٰۃ پڑھی، جلالین مولانا محمد عاقل صاحب سے پڑھی، اور ہدایہ ثالث مولانا مفتی یحییٰ صاحب سے پڑھی۔ دوسرے سال (۸۶ھ۸۷ھ) صحیح بخاری مکمل سیدی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے، نسائی اور ابوداؤد شریفین مولانا محمد یونس صاحب جونپوری سے، ترمذی، صحیح مسلم مفتی مظفر حسین صاحب سے اور طحاوی حضرت ناظم صاحب مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھی۔

تعلق ارادت واصلاح:

جامعہ حسینیہ راندیر تعلیم کے دوران اپنی اصلاح کی فکر ہوئی۔ ایک بزرگ کی سورت تشریف آوری معلوم ہوئی تو ان سے بیعت واصلاحی تعلق قائم کرنے کی غرض سے سورت شہر میں مولانا اسماعیل بدات کے ساتھ ان کو بہت تلاش کیا، مگر ان سے ملاقات نہ ہوسکی، بالآخر مولانا احمد ادا صاحب گودھروی کے مشورے سے بیعت کے لئے حضرت شیخ کو عریضہ لکھا اور حضرت نے داخل سلسلہ فرمالیا اور جوابی گرامی نامہ تحریر فرمایا۔‘‘

آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے سلسلۂ چشتیہ میں اجازت وخلافت عطا ہوئی اور اسی مدینہ منورہ کے ایک سفر میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں خلافت سے نوازا

۱۹۷۳ء میں آپ نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی ہدایت کے مطابق برطانیہ کے شہر بری میں دار العلوم العربیہ الاسلامیہ کی بنیاد رکھی، اس ادارے سے ہزاروں کی تعداد میں علماء پیدا ہوئے، اور آج برطانیہ میں جو انگلش اسپیکرز علماء مدرسین اور خطباء کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے، ان میں اکثریت دار العلوم بری کے فارغ التحصیل علماء کی ہے، بریڈفورڈ کے شہر میں طالبات کے لئے جامعۃ الامام محمد زکریا اور طلبہ کے لئے مدرسہ مصباح العلوم قائم فرمایا، علاوہ ازیں برطانیہ کے مختلف شہروں میں مزید کئی دینی مدارس قائم کئے جن میں مدینۃ العلوم گڈمنسٹر، مرکز العلوم بلیک برن، مدرسۃ الامام محمد زکریا بولٹن، مدرسۃ الامام محمد زکریا پرسٹن، اظہر اکیڈمی لندن، المرکز العلم ڈیوزبری اور زکریا جامع مسجد بولٹن شامل ہیں۔

اب چند واقعات جو ’’حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء‘‘ نامی کتاب میں آپ کے واسطے سے درج ہیں وہ نقل کئے جاتے ہیں:

۱:- جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ میں آپ کے زیر نظر اس کتاب ’’حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء‘‘ کی ترتیب کے لئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی دار العلوم تشریف لائے تھے اور یہ راقم السطور مولانا یوسف صاحب کو حضرت کے مکاتیب جو میرے نام ہیں، سنا رہا تھا، اسی میں حضرت کا ایک

مکتوب سنایا جو میرے ایک عریضہ کے جواب میں تھا، جس میں میں نے حضرت کو اطلاع دی تھی کہ مسجد کے حادثے والے چور پکڑے گئے، جواباً حضرت نے تحریر فرمایا کہ: ”مجرموں کا پکڑا جانا موجب خیر تو ضرور ہے، اللہ کا شکر ہے، لیکن موجب مسرت نہیں، ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں، ایسی چیزوں پر مسرت ہونا اپنے لئے خطرناک ہوتا ہے۔“ یہ سن کر مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی، اسی حالت وجد میں ایک جملہ بار بار کہے جارہے تھے کہ: ”یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے۔“

۲:-۹۳ھ (۷۳ء) کا رمضان المبارک حضرت نے حرمین میں گزارا، مجھے چونکہ خالہ اور اہلیہ کے ساتھ حج پر جانا تھا، اس لئے رمضان میں حاضری نہ ہوسکی۔ اس رمضان المبارک میں عرب اور اسرائیل کی جنگ ہوئی جس کا میرے نام حضرت کے ایک گرامی نامہ میں تذکرہ یوں ہے کہ:

”اس جنگ کی خبروں نے بہت پریشان کیا کہ یہ ناکارہ بھی اعتکاف کے زمانہ میں بہت اہتمام سے روزانہ خبریں سنتا تھا، مولانا یوسف بنوری اور مولوی اسعد مدنی دونوں کے معتکف میرے دائیں بائیں تھے، دونوں دن بھر کی خبریں رات کو مجھے بہت تفصیل سے سناتے تھے، مولانا بنوری نے کہا کہ ختم بخاری کا خیال ہورہا ہے۔ میں نے کہا: بھلا اعتکاف میں اتنا بڑا مجمع کہاں ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ تم سے تعلق رکھنے والے دو سو سے زائد علماء ہیں، چنانچہ ختم بخاری ہوا اور اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ظہر کے بعد فراغت ہوگئی صرف دو گھنٹہ میں، اور مولانا بنوری صاحب نے بہت زوردار مبارک باد دی۔ یہ وہ دن تھا جس دن جنگ بندی کا اعلان ہوا۔ دعاؤں کا اہتمام اعتکاف کے زمانے میں تو ختم یٰس تراویح کے بعد اور اس کے بعد سے عصر کے بعد مدرسہ شرعیہ میں میرے حجرہ میں ہورہا ہے۔ تمہارے دوست کا خواب ظاہر ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، اعتکاف کے زمانے میں متعدد خواب حضور اقدس ﷺ کے متعلق سننے میں آئے۔ ایک شخص نے خواب لکھا تھا کہ سید الکونین ﷺ وضو فرما کر گھوڑے پر سوار ہوکر میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی برکات سے امید افزا خبریں سنی جارہی تھیں۔“

۳:- حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے پیچھے ہم لوگ بابِ جبریل کے اندر اقدام عالیہ کی سیدھ میں بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت کے آس پاس، الگ الگ، کوئی یہاں، کوئی وہاں، کوئی اپنا قرآن پڑھ رہا ہے، کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے، کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے، کوئی مراقبہ میں ہے، کوئی ذکر میں، ایک صاحب آہستہ آہستہ، اونچی آواز سے تو نہیں، ہلکی آواز سے ”لا إله إلا الله“ کا ذکر کررہے ہیں۔ اتنے میں کوئی صاحب وہاں سے گزرے، کسی عرب نے گزرتے ہوئے ان کو دیکھ کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کررہا ہے؟ گردن ہلاتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہہ دیا، حالانکہ مجھے تو انہوں نے پوچھا نہیں تھا، کیونکہ مجھ سے نہیں رہا گیا۔ میں نے کہا: يذكر الله، کہ وہ ذکر کررہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ دو تین اور بھی گردن جھکائے بیٹھے ہیں، اس نے کہا کہ یہ؟ تو میں نے کہا کہ هو في المراقبة میری زبان سے اتفاق سے نکل گیا۔ ایسے لوگوں کے سامنے یہ صوفیاء کی اصطلاحات کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے، اس کے نام سے ان کو نفرت، یہ مراقبہ، یہ کشف، یہ حال، لیکن جلدی میں میں نے کہہ دیا، تو ذرا سی دیر وہ دیکھتے رہے، دو چار کو دیکھا، حضرت کو دیکھا، پھر مجھ سے پوچھتا ہے کہ ”أنت منهم“ میں نے کہا: ہاں! پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔

مراقبہ کے معنی:

پھر میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، جو تم نے پوچھا کہ کیا کررہا ہے، یہ مراقبہ میں ہے اور مراقبہ کے معنی، آپ نے دیکھا فلاں ہوٹل کے دروازہ پر فلاں جگہ مراقب، پہرے دار کھڑا ہوتا ہے، مراقب تو میں نے کہا: اسی سے یہ مراقبہ ہے۔ اس مراقب کا کام کیا ہوتا ہے کہ کسی کو اندر نہ جانے دیں بلا اجازت، جو مجاز نہ ہو وہ نہیں جاسکتا، تو میں نے کہا: اس طرح یہ اپنے قلب کا مراقبہ کررہا ہے کہ اس میں کوئی غیر داخل نہ ہونے پائے اللہ کے سوا، دل میں جس نے اس کو بسا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی محبت، تو اس کی یاد ہی میں دل کو لگائے رکھنا چاہتا ہے اور غیروں سے اس کی حفاظت مقصود ہے اور اس کا نام ہے مراقبہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا تعارف:

پھر اس کے بعد وہ حضرت شیخ کی طرف اشارہ کرکے پوچھنے لگے کہ اور وہ؟ تو میں نے ان سے کہا کہ تم نے تو ایک سلسلہ شروع کردیا، میں نے بہت سوچا کہ اب اس کو کہاں سے شروع کراؤں؟ الف، با کوئی جانتا ہو، تو اس کو تو وہاں سے شروع کراسکتے ہیں۔ یہ بے چارہ کچھ بھی نہیں جانتا، تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھو، یہاں کے امام کون ہیں؟ آپ کو معلوم ہے؟ اس وقت دو امام تھے۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح، ساٹھ برس سے زیادہ وہ امام رہے، اور جو دوسرے نمبر کے امام تھے، وہ شیخ عبدالمجید، اس نے دونوں کا نام لیا۔

میں نے کہا کہ یہ شیخ عبدالمجید جس مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہیں، یہ مدرسہ علوم شرعیہ جو باب النساء کے سامنے ہے، یہ (حضرت شیخؒ) اس مدرسہ کے لئے مالیات کی فراہمی کرنے والوں اور سرپرستوں میں سے ہیں۔ ہندوستان سے ارسالِ زر اور تمویل کے ذریعہ مساعدت فرماتے ہیں۔ جب یہ آپ کے شیخ عبدالمجید اس میں پڑھ رہے ہوں گے اور ان کے جیسے کتنے یہاں بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوں گے، جیسا کہ یہ حرم نبوی کے مصلے پر امام ہیں، یہاں کے پڑھے ہوئے ہیں، تو یہ حضرت شیخؒ اس مدرسہ کے یہ ذمہ داروں میں سے تھے، کہا کہ اچھا اچھا۔

آپ حیران ہوں گے کہ ابھی تو سلفیت، سلفیت کا شور ہے دنیا میں، مگر ایک وقت وہ بھی تھا کہ مسجد حرام کے ائمہ کرام قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت وملاقات کے لئے مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لاتے تھے۔ ریاسۃ الافتاء والوعظ والارشاد بالحرم المکی کے رئیس شیخ طٰہٰ فجر کی نماز کے بعد مدرسہ صولتیہ کے دیوان خانہ میں تشریف لائے اور زیارت وملاقات کے بعد ذکر بالجہر کی مجلس ہوئی۔ اس میں بھی آپ مجلس ذکر کے اختتام تک شریک رہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ کلیات اسلامیہ، اور کلیات شریعہ میں سب سے بڑا جامعہ عرب میں کونسا ہے؟ تو اس نے کہا: ریاض میں۔ میں نے کہا: نہیں، ریاض میں تو سب سے بڑا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کلیۃ الازہر۔ کہا: ہاں! ازہر، تو میں نے کہا کہ جو وہاں کے رئیس ہیں۔ دکتور عبدالحلیم محمود ابھی گزشتہ دنوں یہاں آئے تھے۔ تو وہ وہاں ایک اتیسیر ہوٹل تھا، یہ باب مجیدی کے دائیں طرف، وہاں سرکاری مہمان رہا کرتے تھے، بڑا ہوٹل سمجھا جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس میں ان کا قیام رہا، تو ہوٹل پہنچ کر سب سے پہلے مسجد نبوی انہوں نے حاضری دی اور نماز اور صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد وہ ان کی، حضرت شیخ زکریا کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ تو کہا: اچھا؟ یہ اتنے معروف انسان ہیں۔.......... اور یہ تاریخی واقعہ ان کے یہاں بھی لکھا ہوا ہوگا کہ اس زمانہ میں ملک عبدالعزیز نئے نئے حکمراں ہوئے اور مدینہ منورہ آئے، تو حضرت سہارنپوری مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ مدینہ طیبہ میں تھے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ بھی وہاں ساتھ تھے، تو اس زمانہ میں بحث چلی کہ یہ جو ہم درود شریف پڑھتے ہیں، اللّٰھم صل علی سیدنا تو کہتے ہیں: یہ بدعت ہے۔ اسی لئے آپ دعائیں سنیں گے تو اللّٰھم صل علی محمد یا اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک۔

ایک مرتبہ جب اس کا شہرہ ہوگیا ہے، دیکھیے شرارت اور برائی کتنی پھیلتی ہے کہ یہ ہر ایک کا اپنا ذاتی فعل ہے، کوئی اپنی دعا میں اللّٰھم صل علی سیدنا کہتا ہے، اللّٰھم صل علی محمد کہتا ہے، تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، کیا ضرورت ایک ایک نکتہ کو اٹھانے کی؟ مگر علم کا اظہار نہیں ہوتا جب تک کسی کو چھیڑیں نہیں، فتنہ نہ پھیلائیں، تو یہ بحث اتنی لمبی ہوگئی، سیدنا کی کہ بادشاہ تک پہنچی۔

پھر حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کو اور قاضی ابن بلیہد کو دونوں کو ملک عبدالعزیز نے اپنے پاس بلایا، حضرت شیخ ؒ بھی ساتھ، اور پھر مسئلہ پوچھا تو حضرت سہارنپوری ؒ نے ایک حدیث سنائی، دوسری سنائی کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "انا سید ولد آدم" میں تمام بنی نوع انسان کا سید اور سردار ہوں، سید الاولین والآخرین ہوں، لیکن "ولافخر" اس پر میں کوئی فخر نہیں کرتا، تو جب آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام بنی نوع انسان کے آپ سید ہیں تو ہم اگر اپنی دعا میں اسی کا اظہار کریں کہ ہمارے سردار ہیں وہ، ہمیں اپنے ماتحتوں میں شمار فرماتے ہیں اور ہم انہیں اپنے آقا اور سید مانتے ہیں۔ اس طرح کی جب کئی احادیث ملک کی سامنے آئیں، تو بادشاہ نے کہا کہ قاضی ابن بلیہد کی طرف دیکھا سوالیہ نگاہوں سے کہ اس کا کیا جواب؟

میں نے کہا کہ ان کی وہاں سے جان پہچان ہے، آپ کے چھوٹوں بڑوں سب سے پرانی جان پہچان ہے۔ اور میں نے کہا کہ اب یہ تصوف پر آپ لوگوں کو اشکال ہے۔ ہمارے دلوں میں تو ہر وقت دنیا بھری ہوئی ہے، ہر وقت قسم قسم کے تفکرات اور خیالات اور کیا کیا اس میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ شخص مراقبہ میں ہے کہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ میرے دل میں سوائے اللہ کی یاد کے کوئی دوسرا تصور آنے نہ پائے۔"

(جمالِ محمدی کی جلوہ گاہیں، مجموعۂ ارشادات شیخ یوسف متالاؒ، ص:۳۹۹-۴۰۵)

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی، تمام اساتذہ اور ادارہ بینات حضرت کے متوسلین اور لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے۔ ان کی زندگی بھر کی حسنات کو قبول فرمائے۔ آپ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور آپ کے شاگردوں، متوسلین اور دار العلوم برطانیہ کے تمام اساتذہ وطلبہ کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

مشائخ رائے پور سے وابستہ یادیں!

(حافظ محمد امین صاحب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے متوسلین میں سے ہیں اور اس عمر میں بھی پورے چاک و چوبند اور پاکستان بھر میں سفر میں رہتے ہیں۔ آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور ایک انجمن کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ ”تعمیر حداد“ کراچی کے مدیر ہیں۔ حضرات مشائخ رائے پور حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے پورے تسلسل کے ساتھ وابستگی قائم رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے تو وہاں حضرتؒ کی قیام گاہ پر ضرور حاضر ہوتے رہے، اور اگر ان کا پنجاب میں سفر ہوتا تو یہاں حضرتؒ سے ضرور ملاقات کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے بھی بدستور محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

حافظ محمد امین صاحب نے مشائخ رائے پور سے وابستہ یادیں اس مضمون میں قلم بند کی ہیں۔ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کی پرانی یادیں یقیناً قابل مطالعہ ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ان کا یہ مضمون شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔)

میرا خاندانی پس منظر:

میری پیدائش بقول والدہ مرحومہ کے جون ۱۹۲۹ء لائل پور (فیصل آباد) کے قریب گوجرہ میں ہوئی۔ والدین کی رہائش ابوہر منڈی

جناب حافظ محمد امین صاحب

ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں تھی۔ میری پیدائش میرے ننھیال گوجرہ میں ہوئی، اس لئے میرا پیدائشی شہر گوجرہ ہے۔ والدین کی رہائش ابوہر منڈی ضلع فیروز پور ایسٹ پنجاب تھا۔ ہمارے خاندان کا تعلق سنگھانہ ریاست جے پور راجستھان سے ہے، چونکہ میری پیدائش گوجرہ میں ہوئی، گوجرہ کا ماحول خالص پنجابی تھا، اس لئے میں بولنے لگا تو میری زبان پر بچپن میں ہی پنجابی کا اثر رہا۔ ویسے ہمارا تعلق راجستھان سے ہے، اس لئے گھر میں اپنے ماحول میں ہندوستانی زبان بولتے ہیں۔ ہندوستانی اس لئے کہتا ہوں کہ نہ وہ باگڑی ہے اور نہ اردو ہے۔ جو راجستھان میں بولی جاتی ہے، اس میں بھی ہر برادری کی اپنی مخصوص زبان ہے۔ ایک ہی علاقے کے لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں، یہ ان کا اپنا برادری کلچر ہے، ہر برادری کی اپنی زبان اور اپنا لہجہ ہوتا ہے۔

مجھے جب شعور حاصل ہوا اور گردوپیش کے ماحول سے جب متاثر ہوا تو اس وقت مجھے سب سے پہلے جس شخصیت نے متاثر کیا وہ میرے ماموں محمد صدیق صاحب تھے جو کہ میری والدہ مرحومہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، جن کا تعلق اس وقت کی ہندوستان کی مسلمانوں کی سب سے زیادہ پسندیدہ جماعت مجلس احرار اسلام سے تھا اور وہ گوجرہ کی جماعت کے سالارِ اعلیٰ تھے۔ جب وہ ہمارے گھر آتے تو ان کی سرخ رنگ کی شرٹ، خاکی پینٹ، سر پر چاند گلی ٹوپی، برابر میں لٹکی ہوئی تلوار دیکھ کر میں بہت متاثر ہوتا، آہستہ آہستہ میرا شعور بڑھتا گیا اور مجھے اس جماعت سے محبت اور لگاؤ بڑھتا گیا۔ بچپن سے جوانی تک اسی ماحول میں آنکھ کھولی۔ مزید اس میں اضافہ یوں ہوا کہ میرے والد مستری نثار احمد صاحب بھی اسی ذہن اور آزادیٔ ملک کی خواہاں جیسی جماعتوں کے چاہنے والے تھے۔

بچپن میں ہی مشائخ رائے پور سے اُنسیت:

والد صاحب کے ایک دوست بابو خوشی محمد صاحب جو کہ اس وقت بلدیہ ابوہر منڈی میں ویکسی نیٹر کی ڈیوٹی پر متعین تھے، ان کا تعلق بھی ایسے ہی لوگوں سے تھا اور وہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ہماری دکان پر اخبار روزانہ آتا تھا، شام کو مجلس لگتی۔ والد صاحب اور دوست احباب مختلف جماعتوں پر تبصرے کرتے تو ان کی باتیں میں

جڑے غور سے سنتا تو میرا ذہن بھی سیاسی جماعتوں کی باتیں سن کر ایسا متاثر ہوا کہ میں بھی بچپن سے سیاست میں دلچسپی لینے لگا۔ اللہ کے فضل سے میرا حافظہ قدرتی طور پر اچھا تھا جو بات سنتا تھا، دیکھتا، وہ دماغ میں کمپیوٹر کی طرح فٹ ہوجاتی، کوئی بات اور کوئی نام اسی سال پہلے سنا تھا، وہ آج بھی میرے حافظہ میں پیوست ہے۔

یہ اللہ کا کرم اور میرے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا مجھ پر فیض خاص ہے کہ لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور کوئی بھی کام میرے ذمہ لگاتے ہیں، میں اسے پورا کرنا اپنی انتہائی ذمہ داری سمجھتا ہوں اور اسے پورا کر کے مجھے بہت خوشی محسوس ہوتی ہے اور بچپن سے میں لوگوں کی خدمت کرتا آیا ہوں، آج بھی اگر مجھے کوئی بچہ یا بڑا کوئی حکم دے دے تو اسے بجالانا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی دعائیں مجھے اس عمر میں لئے پھرتی ہیں، جب کہ میری عمر کے بہت سے لوگ اور ساتھی دنیا سے چلے گئے، اگر کوئی ہیں بھی تو ماشاء اللہ! جس حالت میں ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر قسم کی ذہنی، جسمانی، روحانی معذوری سے بچائے اور جتنی بقایا زندگی ہے، اسے اپنی عبادت، اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اپنے بندوں کی خدمت کا شرف عطا فرمائے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ بابو خوشی محمد صاحبؒ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خاص مرید تھے۔ ان کا حضرت اقدس سے خاص تعلق بھی تھا، وہ ہماری شام کی مجلسوں میں حضرات مشائخ رائے پور کی باتیں اور مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری نومسلمؒ کے واقعات، ان کی استقامت اور خانقاہ رائے پور شریف کے حالات و واقعات بتاتے تو مجھے رائے پوری حضرات، بالخصوص حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بہت اُنسیت پیدا ہوگئی۔

حضرت رائے پوریؒ کی پہلی مرتبہ زیارت:

اتفاق سے ۱۹۴۵ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہمارے شہر ابوہر منڈی میں بنفس نفیس تشریف لائے۔ ہماری خوش نصیبی کو چار چاند لگے۔ والد صاحبؒ بھی ایسے حضرات کے چاہنے والے تھے، انہوں نے بتایا کہ حضرت اقدسؒ اپنے شہر میں تشریف لائے ہیں اور مولانا عبدالجبار صاحب (بڑے) کی مسجد میں تشریف فرما ہیں، مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی، میں والد صاحب کے ساتھ عشاء کی نماز میں اس مسجد میں پہنچا اور حضرت اقدسؒ کی زیارت سے مشرف ہوا، مسکراتا ہوا اور کھلا ہوا نورانی چہرہ، سفید داڑھی، پُرنور اور کشادہ پیشانی میں دیکھتا ہی رہ گیا۔

اتفاق سے میرے استاذ مولانا عبدالجبار صاحب (چھوٹے) حضرت اقدس کی خدمت میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت اقدسؒ کو صبح کے ناشتے کی دعوت دی جو حضرت اقدس نے قبول فرمالی، تو میرے استاذ صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی کہ آپ حضرت کو صبح یہاں سے اپنے مدرسے لے کر آنا ہے، یہ کہہ کر مجھے ہمارے شہر کے ایک ہندو رئیس اعظم کے گھر لے کر گئے اور ان سے کہا کہ ہمارے ایک بہت بڑے بزرگ یہاں شہر میں تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ برائے مہربانی اپنا تانگہ جو کہ اس وقت شہر کا سب سے اچھا تانگہ تھا اور ان سیٹھ صاحب کا اپنا ذاتی تانگہ گھوڑا تھا، ان سے کہا کہ یہ لڑکا صبح آئے گا، اپنے سائیں کو کہہ دیں کہ اس لڑکے ساتھ جائے اور حضرت کو لے کر ہماری مسجد تک چھوڑ آئے، لہٰذا میں صبح نماز کے بعد سیٹھ صاحب کے گھر گیا، حسبِ حکم انہوں نے اپنا تانگہ گھوڑا میرے ساتھ کر دیا، میں مولانا عبدالجبار صاحب (بڑے) کی مسجد میں پہنچا اور حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! تشریف لے چلیں۔

اس وقت غالباً مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ غالباً یہ وہ زمانہ تھا جب پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

حیات نے حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر مقدمہ بغاوت سرکار بنوایا ہوا تھا اور عین ممکن تھا کہ دفعہ ۱۲۴-الف کی پاداش میں شاہ صاحب کو سزائے موت ہو جاتی۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ اس زمانے میں حضرت اقدس کی خدمت میں اسی غرض سے حاضر تھے کہ حضرت اقدس رائے پوریؒ سے شاہ صاحب کے بارے میں دعا کرائیں۔ حضرتؒ کی دعائے خاص سے اللہ تعالیٰ نے سی آئی ڈی کے ڈائری لکھنے والے انسپکٹر لدھارام کو مجبور کیا کہ وہ عدالت میں سچ ظاہر کردے۔ اس لئے کہ سردار سکندر حیات نے ڈی ایس پی سے کہہ کر لدھارام سے اصل ڈائری کو بدلوا کر دوسری ڈائری لکھوائی تھی، جس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاہ صاحبؒ نے انگریز حکومت کے خلاف بغاوت پھیلائی ہے جو ناقابل معافی جرم ہے اور اس پر دفعہ ۱۲۴-الف لگتی ہے، جس کی سزا موت ہے۔ حضرت اقدسؒ کی دعا سے اس غیر مسلم نے عدالت میں اپنا بیان بدل دیا اور کہا کہ یہ ڈائری غلط ہے جو مجھ سے ڈی ایس پی نے وزیراعظم سکندر حیات کے کہنے پر بدلوائی۔ اصل ڈائری یہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو بری کروایا۔

میرے عرض کرنے پر حضرت اقدس رائے پوریؒ اور مولانا جالندھریؒ دونوں حضرات تانگے پر سوار ہوئے۔ دونوں حضرات اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے اور میں پچھلی سیٹ پر تھا، وہاں سے ہمارا مدرسہ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا، اس طرح دونوں حضرات مدرسے میں پہنچے، وہاں حضرت اقدسؒ نے ہماری تلاوت سنی اور ہمارے لئے دعا فرمائی، واپسی میں دونوں حضرات میرے استاذ مولانا عبدالجبار صاحب (چھوٹے) اور احقر چاروں پیدل چل کر مولانا عبدالجبار صاحب (بڑے) کی مسجد میں پہنچے۔ حضرت اقدس کا معمول چونکہ صبح کو واک کرنے کا تھا، اس لئے پیدل سفر کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا گیا، جو بہت لمبا تھا۔ اس طرح تقریباً دو تین میل کا طویل پیدل سفر کیا۔ یہ راستہ قصداً حضرت نے اختیار کیا، میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کے یادگار لمحات ہیں، جن میں حضرت اقدسؒ کے ساتھ سفر کرنا، ان کو لے کر جانا، واپس ان کی معیت میں جانا۔ اس دوران حضرت اقدسؒ کی نظر کرم کا میرے چہرے پر پڑنا وہ ہمیشہ زندگی بھر مجھے یاد رہے گا۔ اسی نظر کرم کا فیض ہے، جو میرے لئے باعث عزت بنا اور زندگی بھر میرے ساتھ رہا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ سے بیعت:

یہ تھا حضرت اقدسؒ سے پہلا تعارف، اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں حضرت اقدس رائے پوریؒ ثانیؒ بہاول نگر تشریف لائے تو چچا بابو خوشی محمدؒ نے بتایا کہ اس دفعہ حضرت اقدس بہاولنگر آئے ہیں، ابوہر شہر نہیں آئیں گے، تو میں اور بھائی حکیم علی محمد مرحوم اور بابو خوشی محمد، ہم تینوں ٹرین سے بہاول نگر پہنچے۔ اسٹیشن سے اتر کر شہر پہنچے تو بتایا گیا کہ حضرت اقدس رائے پوریؒ چوہدری امام الدین کے گھر پر تشریف فرما ہیں۔ ہم وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ واپس جانے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے، ہم واپس اسٹیشن بھاگے کہ کہیں ٹرین پر واپس نہ چلے جائیں اور ہم زیارت سے بھی محروم رہ جائیں۔ اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اقدسؒ چند حضرات کے حلقے میں پلیٹ فارم پر موجود ہیں۔ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع غنیمت جانتے ہوئے بابو خوشی محمد نے حضرت اقدسؒ سے عرض کیا کہ ان کو توبہ کرادیں، تو اس طرح اس خاکسار کو حضرت کی بیعت کرنے اور مریدی کا شرف حاصل ہوا۔

اس وقت حضرت اقدس رائے پوریؒ جالندھر جارہے تھے، وہاں مولانا عبدالجبار صاحب (بڑے) جو جالندھر بستی غذاں میں رہتے تھے اور ابوہر منڈی سے وہاں چلے گئے تھے۔ ان دنوں مولانا کے درمیانے بیٹے مولانا سعید احمد کی شادی تھی، جس میں حضرت اقدسؒ تشریف لے جارہے تھے۔ ہم بھی حضرت کے ساتھ ٹرین میں میکلوڈ گنج پہنچے۔ وہاں حضرت اقدسؒ نے رات قیام فرمایا۔ مولانا محمد رمضانؒ اسٹیشن والی مسجد میں بچوں کو پڑھاتے تھے، وہ بہت سے علماء مولانا محمد علی مرحوم کے بھی استاذ تھے۔ وہاں ہم لوگوں نے بھی حضرت کے ساتھ قیام کیا۔ حضرت اقدسؒ صبح کو بذریعہ ٹرین براستہ فاضل کا جالندھر تشریف لے گئے، جب شام کو منڈی صادق گنج پہنچے تو ایک میواتی مولوی، غالباً علی محمد بھی حضرات کے قافلے میں تھے تو حضرت اقدسؒ نے حکیم صاحب کو فرمایا کہ: ''بھئی! یہ مولوی علی محمد، مولانا الیاسؒ کی تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں، ان کے ساتھ گشت پر جاؤ۔'' تو اس وقت پہلی دفعہ تبلیغی جماعت کا نام میں نے سنا اور ان کے ساتھ ہم نے گشت کیا۔

(جاری ہے)

قادیانیت: عقل سلیم کے لئے چیلنج!

حکیم مطلق نے قرآن پاک میں اپنے رسول کی طرح طرح صفت بیان فرمائی ہے، غور کیجئے تو ہر بیان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ بعض اسماء وصفات کے ذکر سے جناب باری تعالیٰ نے آنے والے دور میں بڑے بڑے فتنوں کا سدباب فرمادیا ہے۔ تمام اسماء اور تمام صفات کا استقصاء تو مشکل اور تفصیل طلب ہے، مثال کے طور پر لفظ ''عبد'' کو لیجئے! اس لفظ سے بہت بڑا مقصد عظیم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بے مثال اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو سامنے رکھتے ہوئے ذہن و عقیدہ کو بھٹکنے، گمراہ ہونے سے محفوظ رکھنے کا بہترین سامان کردیا گیا ہے، پھر قرآن پاک میں متعدد جگہ اس لفظ ''عبد'' کو اشرف ترین مقامات میں ذکر فرما کر اس حفاظت کو اور بھی مستحکم فرمادیا ہے۔ اسریٰ کے ذکر میں ہے: ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ'' ایک اور جگہ ہے: ''وانہ لما قام عبداللّٰہ'' پھر فرمایا: ''فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ'' اور ''وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا'' وغیرہ ذلک۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام بھی قیامت میں شفاعت کے موقع پر اسی شرف ومجد والے لفظ کو اختیار فرمائیں گے۔ ''اذھبوا الی محمد عبد غفرلہ ماتقدم من ذنبہ وما تاخر۔''

دوسری صفت قرآن پاک نے یوں بیان فرمائی ہے: ''ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین'' کے سلسلے میں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے، تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا بنیادی

ڈاکٹر رشید الوحیدی، دہلی

مقصد ایک ذاتِ واحد کی طرف مخلوق کو بلانا تھا، مشرکین عرب کو محمد بن عبداللہ سے کوئی کد نہ تھی، ہاں آپ کی نبوت کے تصور سے اُن کو چڑ تھی اور یہ اس لئے کہ صدیوں سے تین سو ساٹھ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں بتوں کو پوجنے والوں کو جب نبی نے ایک ہی معبود کی طرف بلایا اور صرف اسی ایک ذات کو پوجنے کی دعوت دی تو وہ پوری طرح اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ جب تک آپ اس دنیا میں رہے ان کے سینے میں غیظ وغضب کا طوفان بھڑکتا رہا، طرح طرح کے مظالم اور جنگ کا بازار گرم رکھا، اور آپ کے دنیا سے پردہ پوشی فرماتے ہی انہوں نے براہِ راست قصر نبوت پر حملے شروع کردیئے اور اس طرح کے بہت سے جھوٹے نبی، دعوائے نبوت کرنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خطرے سے واقف تھے، آپ کے قلب صافی پر آنے والے اس فتنے کا خطرہ گزرتا رہتا تھا، چنانچہ اللہ کے اس فرمان ''خاتم النبیین'' کی طرح طرح سے آپ نے تشریح فرمائی۔ مثال دے کر وضاحت فرمائی اور بعض مواقع پر تو صاف ہی بتادیا کہ میرے بعد کچھ جھوٹے لوگ نبوت کا دعویٰ کریں گے، یہ سب آپ اسی لئے کر رہے تھے کہ امت اس عظیم گمراہی میں پڑ کر دین کو برباد نہ کرلے، شرک میں داخل ہوکر اللہ کے سخت غضب کا شکار نہ ہوجائے۔ نیز نبی آخرالزماں کی ذات سے امت میں جو ایک مرکزیت پیدا ہوگئی ہے، سینکڑوں نبی کے جھوٹے دعوؤں سے وہ انتشار کا شکار نہ ہوجائے، چنانچہ صحیحین کی ایک روایت میں اس کو مثال دے کر بتایا:

''میری اور انبیاء کی مثال ایک خوبصورت محل کی ہے، وہ محل یوں تو مکمل ہے۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی ہے، اس محل کو دیکھنے والوں نے گھوم گھوم کر اس کو دیکھا، پسند کیا، اسی ایک اینٹ کی خالی جگہ کے علاوہ اور کوئی عیب ان کو نظر نہ آیا۔ پس میں اس خالی جگہ کو بھر دوں گا، مجھ پر وہ عمارت مکمل ہوگی اور رسالت بھی مجھ پر ختم ہوگی۔''

ایک جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی:

''میرے مختلف نام ہیں: میں محمد

ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں (اللہ میرے ذریعے کفر کو محو فرمائیں گے) میں حاشر ہوں (اللہ پاک میرے قدموں میں لوگوں کو جمع فرمائیں گے) میں عاقب ہوں۔“ (مسلم شریف)

پھر اگلی روایت میں آپ نے (مرزا ایسے) جھوٹے نبیوں کی تکذیب فرمائی اور تردید فرمادی:

”بے شک میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے، اور ہر ایک اُن میں سے خود کو نبی سمجھے گا اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ (مسلم شریف)

ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں سات چیزوں میں اپنی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔ اس میں سے آخری فضیلت یہ ذکر فرمائی: ”مجھ پر نبوت ختم ہوگئی ہے۔“ غرض کہ آپ اس دجالی اور کذابی فتنے سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے ”ختم نبوت“ کے قرآنی اعلان کو طرح طرح سے واضح فرمایا اور اس بدنصیبی کا کیا جائے کہ دشمنانِ دین و اسلام نے پھر بھی، تمام تاکیدوں اور صراحتوں کے باوجود، اپنی نبوت کا جھوٹا اعلان کیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کے افراد کو بھی تباہ و برباد کیا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یہ صورت پیش آئی، آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس گمراہی کا قلع قمع کردیا، مگر اس کے بعد بھی برابر جھوٹے مدعیانِ نبوت اٹھتے رہے اور الحمدللہ! ہر دور میں علماء امت نے خم ٹھونک کر ان کا مقابلہ کیا، بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا، بہت تھوڑی جماعت ان کے دجل و فریب سے متاثر بھی ہوئی، مگر امت کی اکثریت کو، ہر دور کے علماء حق اور مبلغینِ اسلام نے اس فتنے کے بھنور میں ڈوبنے سے بچایا ہے۔

ہندوستان میں بھی یہ اور دوسرے فتنے نئے نئے روپ سے ابھرتے رہے ہیں اور ان سب میں گہرا، گمراہ کن اور دیرپا فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ تھا، جو تجدد، محدثیت، مہدویت، مسیحیت سے ترقی کرکے حریم نبوت کے تقدس کو بزعم خویش تار تار کر گیا اور اپنے آغاز سے لے کر آج تک یہ فتنہ برابر موجود ہے۔ وقتاً فوقتاً جگہ جگہ سر اٹھاتا رہتا ہے۔ پاکستان اور امریکا تو اس فتنے کا گڑھ بن ہی چکا ہے۔

مرزا کے دعوے کے اسباب:

مرزا نے ایسا دعویٰ کیوں کیا، متعدد تحریروں کے دیکھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ اول تو خود ان کے دماغ میں بچپن ہی سے تعلّی، عُجب، خودنمائی اور طلبِ شہرت کا کیڑا رینگتا رہتا تھا۔ اس پر ستم یہ کہ طرح طرح کے موذی امراض کا حملہ، مالیخولیا، ہسٹیریا اور جانے کیا کیا، الابلا، جس میں انسان کا دل و دماغ صحیح کام نہیں کرسکتا تھا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

”مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے، اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنھیں دیکھ کر ایک مورخ فیصلہ نہیں کرپاتا کہ ان میں سے اہم ترین اور حقیقی سبب کسے قرار دیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکتیں سرزد کرائیں: (۱) دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور نبوت کے نام سے پورے عالم اسلام پر چھایا جائے۔ (۲) مالیخولیا: جس کے بار بار تذکرہ سے اس کی اور اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ (۳) مبہم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مفادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گزاری) اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کا بانی بنے، ان کے کچھ متبعین اور مومنین ہوں اور تاریخ میں اُن کا ویسا ہی نام و مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔“

دوسرے یہ کہ سارے ملک اور ملتِ اسلامی کی بدنصیبی کہیے، انگریزوں کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی، جس سے وہ سودے بازی کرسکیں اور سودے بازی یہ کہ: (الف) اس شخص کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی مخالفت سے باز رکھ سکیں۔ (ب) مسلمانوں کے اندر سے جذبہ جہاد کو ختم کرسکیں۔ (ج) مسلمانوں کو اپنا وفادار اور اطاعت گزار بنا سکیں۔ ان تین مقاصد کے لئے انگریز کسی کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔ انگریز جانتے تھے کہ مسلمان دین کے معاملے میں خاصے جذباتی ہوتے ہیں۔ قرآن، دین اور رسول کا نام لے کر اس قوم سے بڑے سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ بُرے بھلے اور دین میں غلط یا صحیح کی تمیز کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ انہیں مسلمانوں میں ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی جو دین کے نام پر مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر ان کا مقصد پورا کرسکے۔ مرزا غلام احمد

قادیانی نے یہ سودا قبول کرلیا اور ''بئس ما اشتروا بہ ثمناً قلیلاً'' کی خفگی کو نظر انداز کرکے یہ خدمت انجام دینے لگے، چنانچہ مرزا میں انگریز پرستی جنون کی حد تک موجود تھی، اپنی تقریر، تحریر اور عمل سے وہ اس کا ثبوت دیتے رہتے تھے اور ہر اس مجاہد یا جماعت مجاہدین کو گالیوں، طعنوں اور سب وشتم سے نوازتے رہتے تھے جو انگریزوں سے مقابلہ کررہے تھے یا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے، حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کے شریک اور شہداً کو انہوں نے: ''بے رحم، کم عقل، بداخلاق، بے انصاف، چور، قزاق، حرامی اپنے محسن گورنمنٹ انگریز پر حملہ آور'' یہ سب کچھ بتایا اور ایسا کیوں نہ ہوتا، جب کہ یہ شخص اور اس کی جماعت انگریزوں کا ہی پیدا کردہ اور انگریزوں ہی کے رحم وکرم پر باقی تھا، بڑھ رہا تھا۔ اس بارے میں مولانا علی میاںؒ نے بہت عمدہ نفسیاتی تجزیہ فرمایا ہے: ''علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔'' (''قادیانیت دین محمد اور اسلام کے خلاف ایک بغاوت'' از مولانا علی میاں ندویؒ، ص:۹، مجلس تحقیقات ونشریات، لکھنؤ)

آگے مولانا علی میاں کا بیان ہمارے اس خیال کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے: مولانا سیّد احمد شہید، سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی، جمال الدین انصاری کی تحریک اور جذبۂ جہاد کا ذکر فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

''یہ سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں، اس نے ان سب خطرات کو محسوس کیا۔''

اور پھر مولانا علی میاںؒ انگریزوں کی چالبازیوں کا ذکر فرماتے ہیں:

''اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا، اسے معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے۔ دین ہی انہیں گرماتا ہے اور دین ہی سلاسکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے دینی میلانات ونفسیات پر قابو پایا جائے۔''

یہ تھی وہ دُہری مصیبت جس نے مرزا کے عظیم فتنے کو جنم دیا، ایک طرف انگریزوں کی مکارانہ نفسیات، دوسری طرف مسلمان کی مذہبی جذباتیت اور پھر امت مسلمہ کی بدنصیبی سے انگریزوں کو اپنے مقصد برآری کے لئے انہیں مرزا ایسا ایمان فروش بھی ہاتھ لگ گیا۔

بقول مولانا علی میاں ندویؒ:

''برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوجائیں اور وہ اس حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔''

اور مرزا نے انگریزوں کی یہ تمنا پوری کردی اور اپنی پوری زندگی اپنے ولی نعمت انگریز کے لئے وقف کردی اور پھر دینی منصب کے نام سے تو ایسا ابھرے کہ ابھرتے ابھرتے جیسا کہ معلوم ہوا ہے مقام تجدید پھر مہدویت، مسیحیت حتیٰ کہ نبوت تک جا پہنچے اور انگریزوں سے وفاداری اور خیرخواہی کا سبق پڑھاتے پڑھاتے انہوں نے اسلام کا ایک رکن ''جہاد'' ہی کو قرآن کی تعلیم کے مخالف قرار دے دیا کیونکہ مرزا اور اس کے ماننے والے انگریزی حکومت کے لئے سچے جاں نثار، دوست اور کامیاب جاسوس کا کام کررہے تھے۔

اب ہم ان کے دعاوی پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر بات ختم کرتے ہیں اگرچہ اس موضوع پر دفتر کے دفتر چھپ چکے ہیں۔

مرزا نے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۰ء کے دوران آریوں کے خلاف بحث ومباحثے کا آغاز کیا وہ اس وقت اچھا خاصا انسان تھا، اس کے مذہبی عقائد میں کوئی فرق اور تبدیلی نمایاں نہ تھی۔ اس لعنت کا پتہ ونشان تو ۱۸۸۲ء سے ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مگر غنیمت تھا کہ اشارے وکنایئے میں باتیں ہوتی رہیں۔ برملا بغاوت کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر ۱۸۸۸ء آتے آتے مجدد ہونے کا دعویٰ کرڈالا اور صاف کہا:

''آپ کو مجدد ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ امت کا کام سپرد کیا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات مسیح موعود، بحوالہ قادیانیت اپنے آئینے میں، ص:۴۲)

اور پھر ۱۸۹۱ء میں آپ کا ایک دوسرا کریہہ رُخ ظاہر ہوا جب مرزا نے یہ اعلان کیا۔

''مسیح موعود مرچکے ہیں اب زندہ نہیں ہوں گے، میں چونکہ ان کے مثل ہوں، اس لئے میں ہی مسیح ہوں۔''

اپنی دو کتابوں ''فتح اسلام'' اور ''توضیح المرام'' میں متعدد جگہ یہ دعویٰ ظاہر کرتے ہیں:

''مسیح جو آنے والا تھا یہی (مرزا) ہے۔''

’’مسیح کے نام پر یہ عاجز (مرزا) بھیجا گیا ہے۔‘‘ (تحفۂ گولڑویہ بحوالہ قادیانیت اپنے آئینہ میں)

پھر ایک جگہ مسئلے کو صاف ہی کر دیا:

’’میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں، جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔‘‘

یہ ایک دردناک طویل اور مسلسل داستان ہے ہم اور چند حوالوں کو ذکر کر کے نبوت کے بارے میں مرزائی دریدہ ذہنی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ:

’’خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا، ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول ہیں۔‘‘

قادیانی اخبار ریویو آف ریلیجنز رقم طراز ہے:

’’حضرت مسیح موعود (غلام احمد) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔‘‘

اخبار ’’الفضل‘‘ مرزا محمود کی ڈائری میں سے ایک دعویٰ ملاحظہ فرمائیں:

’’یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے، بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔‘‘

صرف امت محمدی کو نہیں تمام انبیاء کو بھی مرزا کی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ ’’عقل و خرد سے بیگانے‘‘ مرزا کے ماننے والوں کا حال ہے اُن کے صاحبزادے کا بیان ہے:

’’جب تمام انبیاء علیہم السلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود (مرزا) پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا، تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں ’’الفضل‘‘ خود مرزا اپنے آپ کو پیغمبر آخر الزماں سے افضل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

لہ خسف القمر المنیر وان لی
غسا القمران المشرقان اتنکر

ترجمہ: ’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا، اور میرے لئے چاند، سورج دونوں تاریک ہوگئے۔ کیا اب بھی انکار کرو گے۔‘‘

(اعجاز احمدی، ص:۷۵)

اور خرافات سنئے:

’’تین ہزار معجزات ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔‘‘ (تحفۂ گولڑویہ) اور اپنی ذات کے لئے:

’’اس خدا نے میری تصدیق کی، بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی)

ابھی تسکین نہیں ہوئی۔

’’خدا نے مجھے دس لاکھ معجزات عطا کئے۔‘‘ (براہین احمدیہ)

یہ مشتے نمونہ، خود مرزا کے اور ان کے ماننے والوں کی تحریروں کے حوالے سے کچھ چیزیں پیش کی گئی ہیں، ان خرافات اور ان کی زیادہ تر جھوٹی ہی پیشین گوئیوں کے باوجود، حیرت ان لوگوں پر ہے جو ایسے انسان کو نہ صرف مقتدیٰ پیشوا بلکہ نبی تک مان بیٹھے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا۔ اس قسم کے کردار کو عقل سلیم قبول کس طرح کرتی ہے؟

اب ہم مرزا کو روئیں یا ان کے ماننے والوں کے ذہنی دیوالیے پن پر ماتم کریں؟ بہرحال نبوت کی خاتمیت پر زور لگا کر مرزا نے امت کو جس تشتت اور انتشار میں مبتلا کر دیا ہے، مسلم قوم کے مرکزی اتحاد کو جس طرح پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہندوستان کی جہاد آزادی اور استخلاصِ وطن کی کوششوں کو انگریزوں سے خفیہ و اعلانیہ معاملات کر کے جس طرح سبوتاژ کیا ہے۔ ایشیا و افریقا کے مظلوم عوام کو جس طرح مغربی آقاؤں کے عشرت کدوں یا مذبح خانوں کے حوالے کر دینے کی اسکیم بنائی، یہ ایسے ابواب ہیں کہ اگر ایک طرف علماء، بلکہ اسلام کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ اس ناپاک تنظیم کے بیج اور اس کے اثرات کو روئے زمین سے مٹا دیں تو دوسری طرف ایک انصاف پسند حکومت کا بھی یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس جماعت کو برداشت نہ کرے، جس کا دامن ملک سے وفاداری کی نسبت سے ماضی میں داغدار رہا ہے۔ دارالعلوم اور جمعیۃ العلماء کے علماء کرام نے ہمیشہ ہی یہ فرض پورا کیا اور آج پھر الحمدللہ! مذہبی اور دینی لحاظ سے دارالعلوم کو اس فتنے کا شدید احساس ہوا اور ہمیشہ کی طرح پھر یہ مرکزی ادارہ آگے آیا ہے۔

’’ربنا تقبل منا انک انت العزیز الحکیم‘‘

اور اب اُن کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جائے: ’’لا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظلمون انما یوخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار۔‘‘

☆☆..........☆☆

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیفی خدمات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محترم مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی صاحب کو یہ اعزاز بخشا کہ انہوں نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردعیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب ”ازالۃ الاوہام“ جو حضرتؒ نے ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی، اس کتاب کو فارسی سے اردو زبان کا لباس دیا اور اس گراں قدر کتاب پر شرح وتحقیق کے پیش نظر مولانا محمد اسماعیل عارفی صاحب نے پی ایچ ڈی کے لئے اس کتاب کا انتخاب کیا، جس پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہم کی تقریظ بھی شامل ہے اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے مکتبہ نے اس کتاب کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اس کتاب میں اسلام پر عیسائیت کے بڑے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل و مدلل، جامع ومسکت جوابات دیئے ہیں نیز مسلمہ تثلیث اور بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات پر سیر حاصل گفتگو بھی کی ہے، لہٰذا یہ اپنے موضوع پر لاجواب علمی کتاب ہے، اس کتاب کی جلد اول میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور ردعیسائیت پر ان کی علمی تصانیف کا تعارف بھی شامل ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ حضرت کیرانویؒ اور ان کی تصانیف کے حصہ کو ہفت روزہ ختم نبوت کے اوراق کی زینت بنالیا جائے تاکہ ہمارے قارئین اپنے بزرگ اکابرین کے علمی کارناموں سے واقف رہیں۔ اس لئے ”ازالۃ الاوہام“ جلد اول سے حضرت کیرانویؒ کے حالات زندگی اور آپؒ کی تصانیف کا تعارف من وعن پیش خدمت کررہا ہوں:

مرسلہ: جناب خالد محمود صاحب

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اُن عظیم دیدہ ور ہستیوں میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، یہ اُن خدامست مجاہدین میں سے ہیں جن کی حیاتِ مستعار کا ہر لمحہ دینِ متین کی خدمت کے لئے وقف تھا انہوں نے ایک ایسے دور میں حق کا نعرہ بلند کیا اور میدانِ کارزار میں کودے جب حق کا اظہار خود کو موت کی دعوت دینے کے مترادف تھا۔ سازگار ماحول میں خدمت دین کا کام کرنا بھی قابل قدر ہے لیکن جب اسلامی سیاست کا شیرازہ بکھر چکا ہو، زمامِ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کفار کے ہاتھ میں جاچکی ہو اور وہ کفار غلبہ و فتح کے نشے میں بدمست ہاتھی بن کر ظلم وستم کا بازار گرم کررہے ہوں، ایسے وقت میں دین اسلام کا دفاع کرنا اثاثۂ محمدی کی حفاظت کرنا، اپنی زبان وقلم سے دشمن کے ٹھکانوں پر تابڑتوڑ حملہ کرنا، احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اپنا خون تک پیش کرنا بلاشبہ ایک قابل رشک اور لائق فخر سعادت ہے:

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تاریخ میں ایسی شخصیات کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں کہ جنہوں نے خدمت اسلام کے لئے اپنی زبان اور قلم کی تمام توانائیاں وقف کی ہوں اور دوسری طرف دشمن کے استعمار وظلم کے خلاف عملی جہاد کرتے ہوئے تلوار لے کر بھی نکلے ہوں۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ انہیں نفوسِ قدسیہ میں سے ایک ہیں، وہ کبھی تو پادری فنڈر کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے اسلام کے ایک عظیم وکیل، روشن ضمیر عالم اور کامیاب متکلم کے طور پر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ۱۸۵۷ء کے جہاد میں تھانہ بھون اور کیرانہ کے محاذ پر مجاہدین کے لشکر کی قیادت کرتے نظر آتے ہیں۔

نام ونسب:

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانہ کے مشہور ومعروف عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر میں یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ ۹/ مارچ ۱۸۱۸ء کو پیدا ہوئے۔

ان کے عزیز مولانا محمد سلیم مرحوم نے خاندانی ذرائع کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ مولانا کا نسب نامہ اس طرح ذکر کیا ہے:

”رحمت اللہ بن خلیل اللہ المعروف بہ خلیل الرحمٰن بن حکیم نجیب اللہ بن حکیم حبیب

اللہ بن حکیم قطب الدین بن شیخ حکیم فضیل بن حکیم دیوان عبدالرحیم (برادر نواب مقرب خان) بن حکیم عبدالکریم المعروف بہ حکیم بینا الملقب بہ ''شیخ الزماں'' بن حکیم حسن بن عبدالصمد بن ابو علی بن محمد یوسف بن عبدالقادر بن کبیرالاولیاء حضرت مخدوم جلال الدین محمد بن محمود بن یعقوب بن عیسیٰ بن اسماعیل بن محمد تقی بن ابی بکر بن علی تقی بن عثمان بن عبداللہ بن شہاب الدین بن شیخ عبدالرحمٰن گازرونی بن عبدالعزیز سرخسی بن خالد بن ولید بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کبیر مدنی بن عبداللہ الثانی بن عبدالعزیز کبیر بن عبداللہ کبیر بن عمرو بن امیرالمومنین ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

ہندوستان میں عثمانیوں کا نسب نامہ نسلاً بعد نسل اس قدیم تاریخی طومار میں محفوظ ہے جو حضرت کبیرالاولیاء مخدوم جلال الدینؒ کی درگاہ پانی پت میں موجود ہے اور جس کی متعدد نقول بعض عثمانی النسب اہلِ پانی پت کے پاس ہیں۔اصلی طومار میں ہر عثمانی جلالی کے نام کا اندراج کم از کم بیس جلالی النسب اشخاص کی موجودگی میں ہوتا تھا۔''

حصول تعلیم:

مولاناؒ نے بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرلی،اس کے بعد دینیات،فارسی اور مروجہ ابتدائی نصاب کی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں،پھر مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دہلی تشریف لے گئے وہاں مولانا محمد حیات صاحب کے مدرسہ میں قیام رہا پھر تحصیل علم کا شوق آپ کو لکھنؤ لے گیا،آپ لکھنؤ کی علمی شہرت سن کر اپنے چند رفقاء کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا مفتی سعداللہ صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے اصولِ فقہ اور منطق کی بڑی کتابوں کا درس لیا،ان کے علاوہ مولانا کے دیگر چند اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ا:...مولانا احمد علی صاحبؒ:بڈولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے جو آخر میں ریاستِ پٹیالہ کے وزیر ہوگئے تھے۔

۲:...ولی کامل مولانا حافظ عبدالرحمٰن چشتی صاحبؒ:استادِ وقت تھے،تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے،بستی نظام الدین اولیاء میں ان کی آرام گاہ ہے۔

۳:...مولوی امام بخش صہبائی صاحبؒ: ان سے فارسی پڑھی۔

۴:...حکیم فیض محمد صاحب:حکیم صاحب اپنے زمانے کے مشہور ومعروف اور باکمال طبیب تھے۔مولانا نے بھی خاندانی روایت کے مطابق ان سے علم طب کی تحصیل کی۔

۵:...مصنف لوکارثم سے ریاضی حاصل کی۔

(جاری ہے)

حکومت،ملک کو سیکولر بنانے کے بیرونی مشن پر کاربند ہے:علماء کرام

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم،مولانا علیم الدین شاکر،قاری جمیل الرحمٰن اختر،مولانا سید ضیاء الحسن شاہ،قاری محمد اقبال نے خطبات جمعہ میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے ماڈل کو اپنا ہدف اور منزل قرار دینے کے بعد حکومت وہ تمام اقدامات کررہی ہے جو اسلامیان پاکستان اور عاشقان مصطفیٰ کی دل آزاری اور دشمنانِ اسلام کی خوشنودی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔وقت نے ثابت کیا ہے کہ یہ دعوے محض دکھاوے کے لئے ہیں۔دراصل حکومت ان دعووں کی آڑ میں ملک کو سیکولر بنانے کے بیرونی مشن پر کاربند ہے۔ایک مقدمے میں یورپی یونین کی عدالت کے مسیحی ججوں نے فیصلہ دیا ہے کہ آزادیٔ اظہار کی آڑ میں توہین رسالت کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی جبکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ کے مسلمان ججوں نے چند کمزور بنیادوں پر اہانت رسول کے مجرم کی برأت کا فیصلہ دیا ہے۔جس سے مسلمانانِ پاکستان کے دل دکھی اور زخمی ہیں،ایسے فیصلے عالمی دباؤ کی بدترین مثال ہیں،گستاخ رسول کو بری کرنے کے فیصلہ کے بعد امریکا،برطانیہ سمیت مغربی ممالک اور یورپی یونین وغیرہ کی طرف سے جس طرح اس فیصلہ کا والہانہ اور فوری خیر مقدم کیا جاتا ہے۔اس سے ہی واضح ہے کہ جمہوریت کے یہ نام نہاد عویدار ممالک اور عالمی ادارے اسلام دشمنی میں ہر حد پار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔سپریم کورٹ کے فیصلہ میں ناموس رسالت کے قوانین کو یکسر نظر انداز کرکے کمزور وجوہات کو اہمیت دی گئی ہے،گویا کہ عالمی دباؤ پر اور مغربی قوتوں کو خوش کرنے کے لئے انصاف کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔توہین رسالت کے مجرموں کو نوازا جارہا ہے۔حکمران لاکھ کوشش کریں،عالمی استعمار لاکھ کوشش کریں،لیکن مسلمانوں کے دل سے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو کبھی بھی نہیں نکال سکتے۔تحفظ ناموس رسالت قانون میں اگر کسی بھی قسم کی تبدیلی کی کوشش کی گئی تو عوام اس کو کسی صورت میں قبول نہیں کرے گی۔ہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے حوالے سے کسی بیرونی دباؤ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔حکومت نے امریکا کی خوشنودی کے لئے ملک کا وقار داؤ پر لگادیا مگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوگی،انہوں نے کہا کہ کلمے کے نام پر بننے والے ملک کو امریکا کی کالونی کسی صورت نہیں بننے دیا جائے گا۔

لانبی بعدی — تاجدارِ ختمِ نبوۃ زندہ باد — نہ گئے یہ ہادی

بمقام

مُسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ 10 - 11 اکتوبر 2019 بروز جمعرات جمعۃ المبارک

38 ویں 2 روزہ سالانہ عظیم الشان

ختم نبوۃ کانفرنس

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

ڈاکٹر حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب
مخدوم العلما عظیم روحانی سکالر

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت
حافظ حضرۃ مولانا محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب

صاحبزادہ پیرِ طریقت مخدوم العلماء
حضرت مولانا ولی ابن ولی
خواجہ عزیز احمد صاحب

عنوانات

توحیدِ باری تعالیٰ — عقیدۂ ختمِ نبوت — سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ

حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام — عظمتِ صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم — اتحادِ امتِ محمدیہ

اور ظہورِ امام مہدی

پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ

جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام مشائخ عظام، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشر و اشاعت — عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ چناب نگر ضلع چنیوٹ

0300-7314337
0300-4304277
0301-7972785